پاسباں سوز جگر، شعلہ فشاں ہوتا ہے : غم کے ماروں کے لئے راحتِ جاں ہوتا ہے
(شفیق قاسمی اعظمی)

پاسبانی تراشے

جمع و ترتیب
مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی۔ ممبر، پاسبان علم وادب

پاسباں سوز جگر، شعلہ فشاں ہوتا ہے : غم کے ماروں کے لئے راحتِ جاں ہوتا ہے
(شفیق قاسمی اعظمی)

پاسبانی تراشے

جمع و ترتیب
مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی۔ ممبر، پاسبان علم وادب

نام کتابچہ	:	پاسبانی، تراشے
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	:	پچانوے (95)
اشاعت	:	مارچ /2019/
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	7387127358 (+91)



فہرست مضامین



نعت سرور

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی اعظمی صاحب
مؤسس :- پاسبان علم و ادب

درِ سرور پہ جانا چاہتا ہوں　میں اپنا غم سنانا چاہتا ہوں ۔
حیاتِ پُرسکوں پانے کی خاطر　نبی کا آستانہ چاہتاہوں ۔
فضا پاکیزہ ہے موسم سہانا　مدینے ھی میں جانا چاہتا ہوں ۔
لگا دامن پہ جو ہے داغِ عصیاں　مدینے میں مٹانا چاہتا ہوں ۔
سنور جاے جہاں دنیا و عقبی　وہاں اپنا ٹھکانا چاہتا ہوں ۔
،،شفیقِ اعظمی،، روضے پہ جاکر　نصیب اپنا بنانا چاہتا ہوں ۔

(نوٹ) جناب اجمل نقشبندی صاحب جمشیدپوری(انڈیا) کے نعتیہ مجموعہ،، دل شائق مدینہ،، کی رسمِ اجراء کے موقع پر یکم جنوری 2008 میں نعتیہ نشست کا انعقاد ملک نیوز ایجنسی (ابوظبی) کے ہال میں ہوا ، اجمل صاحب مجھے بھی زبردستی لے گئے جہاں مصرع اول پر فی البدیہہ طبع آزمائی کے لئے مجھے بھی مجبور کیا گیا اس لئے کچھ کہنا پڑا

آرزوئے مدینہ

بقلم :- مولانا **فیضان احمد** اعظمی صاحب
مقیم حال :- دبئی

چلی جو طیبہ کی گفتگو ہے　بکھرتی محفل میں مشکبو ہے
مدینہ ہم کو بلا لے یا رب　ہمارے دل کی یہ آرزو ہے

بہار طیبہ دکھا دے یا رب　نظر میں طیبہ ہی چارسو ہے
کدھر کدھر میں بھٹک رہا ہوں　دیار طیبہ کی جستجو ہے

سکون دل کو ملے گا کیسے　خیال طیبہ ہی روبرو ہے
ملا حرم میں جسے ٹھکانہ　بڑا ہی انساں وہ سرخرو ہے

مقام طیبہ بلند سب سے　اسی سے دنیا کی آبرو ہے
مکیں وہاں کے سبھی ہیں پیارے　الگ ہی انکی جہاں میں خو ہے

خدا کی رحمت برستی ہردم　شہر میں طیبہ کے کو بکو ہے
حضور تیرے میں ملتجی ہوں　بہایا آنکھوں نے آبجو ہے

تجھ ہی سے لو ہے لگائے فیضان　دعائیں کرتا قبول تو ہے
الٰہی مجھ کو بلا لے طیبہ　دعا تمہارے یہ روبرو ہے

حرفِ چند

بقلم :- مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
ممبر :- پاسبان علم و ادب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
دوستو ! حسب سابق پیش خدمت ہیں ماہانہ علمی **"پاسبانی تراشے"** کا نیا شمارہ
دوستو! تاخیر کے لیے میں بہت بہت معذرت خواہ ہوں، تاخیر کی وجہ میری اپنی سستی اور چند ذاتی مصروفیات رہی
امید ہے کہ آپ حضرات اس ماہ کے **پاسبانی تراشے** کو خوب خوب سراہائیں گے۔

دوستو! بندے نے کوشش کی ہے کہ اس شمارے کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت بنایا جائے، مزید کے لیے آپ حضرات کے مشوروں کا شدت سے انتظار رہے گا

ایک پاسبانی ممبر کی رائے آئی تھی کہ مضمون نگار کے نام کے ساتھ ان کا مختصر تعارف بھی شامل کیا جائے ، ہمیں یہ رائے پسند آئی اور ہم نے کوشش کی ہے کہ ہر مضمون نگار کے نام کے ساتھ مختصر تعارف بھی شامل کیا جائے۔ جن احباب کا تعارف ذہن میں تھا انکا لکھ دیا ہے اور بقیہ کے لیے ممبر پاسبان علم و ادب لکھ دیا ہے

امید ہے کہ تمام قارئین اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد فرمائیں گے، اور ہمیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں گے۔

مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

صحت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے

بقلم :- مولانا محمد خالد اعظمی قاسمی صاحب
ترجمان :- پاسبان علم و ادب

صحت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے.
صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں.
ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ زبان، آنکھ، کان، ناک اور دیگر تمام اعضاء و جوارح کو صحیح مصرف میں استعمال کریں یہی اس عظیم نعمت کی شکر گزاری ہے.

دو روز قبل میرے داہنے ہاتھ میں اچانک درد ہوا اور دھیرے دھیرے یہ درد بڑھنے لگا اور اتنی شدت آگئی کہ برداشت کرنا مشکل ہوگیا میں نے سمجھا کہ گیس وغیرہ کا مسئلہ ہے اپنے فیملی ڈاکٹر سے رجوع کیا تو اس نے ایک انجیکشن لگایا اور کہا کہ آدھے گھنٹے میں آرام ہوجائے گا لیکن آدھا گھنٹہ گزرنے کے بعد بھی درد میں کوئی کمی نہیں ہوئی. درد کی شدت ناقابل برداشت تھی ایسا زندگی میں پہلی بار ہوا تھا اور اتنی شدید تکلیف سے پہلی مرتبہ دوچار ہوا تھا کندھے سے لیکر ہاتھ کی انگلی تک کو درد اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھا.
نہ دن میں چین اور نہ رات میں سکون. پل پل بے چینی میں گزر رہا تھا اسی حال میں ایک دن اور ایک رات گزر گئی.
دوسرے دن دوسرے ڈاکٹر سے رجوع کیا اس نے کہا کہ نس کا پرابلم ہے.
اس نے بھی انجیکشن دیا اور ڈھیر ساری دوائیں دیں.

پاسبان علم و ادب کے احباب نے دعائیں کیں گھر کے افراد اور والدہ نے اپنی دعاؤں سے نوازا.

لیکن دوسرا دن اور رات بھی اسی درد کی حالت میں گزر گئی آج تیسرا دن ہے. الحمد للہ آج کچھ افاقہ محسوس ہورہا ہے. لیکن ابھی رہ رہ کر درد کی ٹیس اٹھ رہی ہے.
آپ حضرات سے مزید دعاؤں کی درخواست ہے

.

ہاتھ کی اس اچانک تکلیف نے یہ بتادیا کہ اللہ کی تخلیق جس میں جسم کے اندر بیشمار رگیں ترتیب سے جڑی گئیں ہیں اگر تھوڑا سا ادھر ادھر ہوجائے تو کس قدر تکلیف ہوتی ہے یہ اللہ کا کسقدر احسان عظیم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ رکھتا ہے.

اور بندہ سمجھتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں ہوگا لیکن اللہ جب چاہتے ہیں تو ایک معمولی سا جھٹکا دیکر لوگوں کو بتا دیتے ہیں کہ تم لوگ کسقدر بے بس اور مجبور ہو....

اللہ سب کو اپنی امان میں رکھے اور ہر قسم کی چھوٹی بڑی بیماریوں سے محفوظ فرمائے.
ہر ایک کے ساتھ تادم آخر صحت و عافیت کا معاملہ فرمائے.

دعاؤں کا طالب
شیخ محمد خالد اعظمی.

موبائل اور صحت

بقلم :- مولانا ڈاکٹر ارشد قاسمی صاحب
نائب ترجمان :- پاسبان علم و ادب

موبائل نے صحت پر برے اثرات مرتب کئے ہیں اس سے نکلنے والی ریز برین کو حد درجہ نقصان پہنچاتی ہیں اس سے انسان کی ارتکازی صلاحیت متاثر ہوتی ہے ۔ اور اسکا بڑا نقصان یہ ہے کہ کئ کئ گھنٹہ ایک ہی پوزیشن میں اسکرین پر نگاہیں جمانے سے گردن اور ہاتھ کے عضلات میں تشنجی کیفیت پیدا ہوتی ہے اعصاب کمزور ہوتے ہیں غیر طبعی پوزیشن میں گردن کے جھکاو سے اکڑن پیدا ہوتی ہے ہڈیوں کی ساخت متاثر ہوتی ہے اور Cervical spondylosis جیسی بیماریاں وجود میں آتی ہیں جسکی بنا پر دونوں ہاتھوں میں یا ایک ہاتھ میں شدید درد ہوتا ہے چونکہ داہنا ہاتھ زیادہ استعمال ہوتا ہے اس لئے درد بھی عموما اسی میں ہوتا ہے ۔ بعض اوقات ہاتھوں میں جھنجھناہٹ اور سن پن بھی ہوجاتا ہے ۔

اس لئے موبایل کے استعمال میں اعتدالی راہ اختیار کرنی چاہئے شیڈول طے کر لینا چاہئے بقدرِ ضرورت استعمال کرنا چاہئے نہ کہ برائے تفریح و وقت گزاری ۔
اور درمیان میں پوزیشن بدلتے رہنا چاہئے اور ہاتھوں کو وقفہ وقفہ سے حرکت بھی دینا چاہئے ۔

ڈاکٹر ارشد قاسمی

منصف دوراں ہمیں ہر مرحلہ حل چاہئے، فیصلہ جو نامکمل تھا مکمل چاہئے

بقلم :- مولانا محمد سیف الاسلام مدنی صاحب
نور گنج پکھرایاں ضلع کانپور دیہات یوپی

بابری مسجد کا حالیہ قضیہ ۔ بابری مسجد کا قضیہ ایک لمبے زمانے سے ملک ہندوستان کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے ،مستند تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بابری مسجد کی تعمیر سے صدیوں قبل ایودھیا میں مسلمان آباد تھے ،اور یہاں کے ہندو مسلم آپسی اتحاد سے رہا کرتے تھے ،

لیکن بعد کے شرپسندوں نے اس جگہ پر اپنا قبضہ جمانا شروع کیا اور ملک کی ایک تنظیم نے اس جگہ پر جہاں بابری مسجد تعمیر کی گئی تھی اس جگہ کو رام جنم بھومی کے نام سے منسوب کردیا گیا ،اور یہ معاملہ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان متنازع ہوگیا ،اور باقاعدہ طور پر حکومت وقت نے بابری مسجد پر تالا لگوا دیا اور یہ اعلان کرادیا گیا کہ مسلمان بابری مسجد کے دو سو میٹر تک قریب نہیں آسکتا ، یہ ایک تاریخ کا سیاہ باب ہے کہ کس طرح سے 1992ء میں انتہا پسند ہندوؤں کے ہاتھوں مسجد کو شہید/ مسمار کر دیا گیا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے ایل کے اڈوانی کی قیادت میں سخت گیر تنظیموں وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور شیو سینا کے ساتھ رام مندر کی تعمیر کے لیے ایک تحریک چلائی تھی۔ تحریک کے دوران 6 دسمبر 1992ء کو ہزاروں ہندو کارسیوکوں نے بی جے پی اور وشو ہندو پریشد کے اعلیٰ رہنماؤں اور نیم فوجی دستوں کے سینکڑوں مسلح جوانوں کی موجودگی میں تاریخی مسجد کو منہدم کر دیا تھا۔

جس کے بعد دہلی اور ممبئی سمیت ہندستان میں تقریباً دو ہزار مسلمانوں کو ہندو مسلم فسادات میں مار دیا گیا۔

بابری مسجد کے انہدام سے پہلے ہندو مظاہرے کے منتظمین نے یہ یقین دہانی کروائی تھی کہ مسجد کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس مظاہرے میں ہندستان بھر سے تقریباً ڈیڑھ سے دو لاکھ لوگوں نے شرکت کی تھی۔ بابری مسجد ہندووں کے نظریہ کے مطابق رام کی جنم بھومی پر یا رام مندر پر تعمیر کی گئی۔ جب کہ مسلمان اس نظریہ کو مسترد کرتے ہیں۔

بابری مسجد کا تنازع اس وقت بھی مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان شدید نزاع کا باعث ہے ، 2010ء میں الہ آباد ہائی کورٹ نے غیر منصفانہ فیصلہ دیا تھا اور بابری مسجد کی اکثر آراضی اغیار کے حوالے کردی تھی اس فیصلہ کے بعد فوری طور پر مسلم دانشوروں نے اس فیصلے کو ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ میں چیلنج کردیا اور یہ فیصلہ سپریم کورٹ کے گلے کی ہڈی بن گیا قانونی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ مقدمہ صرف زمین کے تنازع کا ہے۔ عدالتیں ملکیت کے تعین کے لیے صرف ماضی کی دستاویزات اور مقامی محکمہ موصولات کے ریکارڈ دیکھتی ہیں۔

لیکن قانونی ماہرین کا خیال ہے کہ یہ عدالت عظمٰی کی تاریخ کا سب سے مشکل فیصلہ ہو گا کیونکہ زمین کے اس تنازع کا تعلق صرف ملکیت سے نہیں مذہبی عقائد سے بھی ہے اور اس سے مذہبی قوم پرستی کے جذبات بھی وابستہ ہیں۔ مقدمہ کتنا پیچیدہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ چند مہینے قبل خود سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نے ہندو اور مسلم رہنماؤں کو پیشکش کی تھی کہ اگر وہ اس تنازعے کو عدالت سے باہر مصالحت سے حل کرنا چاہتے ہیں تو وہ ثالثی کے لیے تیار ہیں لیکن ان کی پیشکش کو مسلمانوں نے قبول نہیں کیا۔

بار بار یہ کوشش کی گئی کہ یہ معاملہ ہندو، مسلمانوں کی آپسی گفت و شنید سے حل ہوجائے مگر ماضی میں اس طرح کی تمام تدابیر ناکام ہوگئی ،ایک طرف بابری مسجد اور رام مندر کا قضیہ ہندوستان کی سیاست میں اہم کردار ادا کرنے لگا تو دوسری طرف قوم مسلم اپنے جائز حق کو ظالمانہ طریقہ پر صلب کر لئے جانے کی وجہ سے پانے کی کوشش کرنے لگے حالانکہ یہ بات عالم آشکارا ہے کہ بابری مسجد کی آراضی پر کبھی مندر نہیں رہا اور عدالتیں بھی اس بات کو اچھی طرح جانتی ہیں ،ورنہ سپریم کورٹ کب کا وہاں مندر بنانے کا حکم دے چکا ہوتا۔

اب ایک مرتبہ پھر مولانا سلمان ندوی اور شری شری روی شنکر نے اس معاملے کو عدالت سے باہر حل کرنے کی کوشش کی ہے جو میرے خیال سے بے معنی ہے،
مجھے تعجب ہے کہ جس طرح سے مولانا سلمان ندوی بابری مسجد کی آراضی سے دست برداری کے لئے آمادہ ہیں ایک ادنی مسلمان بھی اس بات کو گورا نہیں کرسکتا ، میں ایک انچ زمین بھی کسی ایسی جگہ نہیں دے سکتا جہاں بتوں کی عبادت کی جائے چہ جائے کہ خانہ خدا بت پرستی کے لئے غیروں کو تحفے میں دے دیا جائے، مولانا نے مسجد کی منتقلی کے لئے فقہ حنبلی کا سہارا لیا ہے ،اور یہ کہا ہے مجبوری کہ وقت فقہ حنبلی میں مساجد کو شفٹ کرنے اجازت ہے،

مگر میں مولانا سلمان ندوی سے سوال کرنا چاہتا ہوں ،اور بہت سے لوگوں نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا حنبلی مسلک میں مسجد کو شفٹ کرکے وہاں مندر اور بت خانہ بنانے کی بھی اجازت ہے ؟
مولانا نے اسکا کوئی واضح جواب نہیں دیا اور باقاعدہ طور پر آل مسلم پرسنل لاء بورڈ کو

نشانہ بنایا اور مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی کی شخصیت کو بھی نیشنل چینل پر متنازع بنانا چاہا اور ملت ٹائمز کی صداقت پر مبنی اور بے باک رپوٹ پر بھی الزامات عائد کئے! وہاں جو مندر بنے گا وہاں مورتیاں رکھی جائینگی اور شرک و بت پرستی کا بازار گرم کیا جائے گا ،اور قوم مسلم اس بات کو کبھی گوارا نہیں کرسکتی کہ خانہ خدا میں بت خانہ بنایا جائے ،اور وہاں بتوں کی عبادت کی جائے اس لئے بہتر ہو گا کہ مولانا سلمان ندوی قوم کا شیرازہ منتشر کرنے کے بجائے مسلم پرسنل لاء بورڈ ساتھ دیں اور اجتماعیت کو چیلنج کرکے اپنے انفرادی موقف پر بضد نہ ہوں، اسی میں قوم کی بھلائی ہے ،اور سارا معاملہ عدالت پر چھوڑ دیا جائے، مقدمے کی سماعت سے عین پہلے سپریم کورٹ نے بھی اپنا موقف صاف اور واضح کردیا ہے، کہ عدالت آستھا اور عقیدت کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہیں دے گا بلکہ عدالت قدیم دستاویز اور دلائل کی روشنی میں آراضی کی ملکیت کا فیصلہ کرے گی کہیں نہ کہیں عدالت عظمیٰ کے اس بیان سے ان لوگوں کو ضرور کاری ضرب لگی ہوگی جو رام مندر کے معاملے میں آستھا اور عقیدتوں کا سہارا لیتے ہیں سنبت پاترا نے ہر چینل پر ڈیبیٹ کے دوران کہا کہ یہ ہماری آستھا کا اور رام سے عقیدتوں کا معاملہ ہے! اور مسلم دانشوروں نے ہمیشہ قدیم دستاویز اور تاریخی دلائل کو پیش کیا ہے اس لئے کہیں نہ کہیں فریق مخالف اس معاملے میں عدالت عظمیٰ میں کمزور نظر آرہا ہے، اس لئے بہتر ہو گا کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کا انتظار کیا جائے مولانا سید ارشد مدنی کبھی اپنے انٹر ویو میں کہا تھا کہ ہم اس سلسلے میں عدالت عظمیٰ کی بات مانینگے اگر وہ جگہ بابری مسجد کی نہیں تھی تو ہم اس سلسلہ میں معذور ہیں اور اگر اس آراضی پر مسلمانوں کا حق ہے وہ شروع سے ہی بابری مسجد کی آراضی رہی ہے تو مسلمانوں انکا حق دیا جانا چاہئے !

(محمد سیف الاسلام مدنی) نور گنج پکھرایاں ضلع کانپور دیہات یوپی

ہمارا نتیجہ فکر اہم ہے یا جمہور کا؟ لمحہ فکریہ

بقلم :- مولانا شفیع اللہ اعظمی صاحب
امام العین امارات

آج کل لوگ تعصب اور فتوی بازی الزام تراشی وغیرہ وغیرہ جیسے الفاظ بہت استعمال کرتے ہیں جب ان کی یا کسی فرد واحد کی تحریر پر نشادہی کی جاتی ہے جو دراصل جمہور امت کے خلاف اپنی فکر یا کسی فرد واحد کی فکر ہوتی ہے ، اب سمجھنا یہ ہے کہ کیا جمہور علماء کی رائے اور دلائل بیان کردہ مسائل و نقاط کے مقابلہ میں ہماری رائے یا کسی فرد واحد کی رائے زیادہ اہم ہے ؟کیا اپنی تحریر میں پیش کردہ اپنا نقطہ فکر یا کسی فرد واحد کے نقطہ نظر کے مقابلہ جمہور امت کے بیان شدہ اصول کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے ؟ کیا کسی فرد کی رائے پر جمہور کی رائے پیش کرنا تعصب ہے ؟ کیا قرآن وحدیث سے بغیر صحابہ تابعین اور جمہور علماء امت کے مکمل اور صحیح نتائج اخذ کرسکتے ہیں جب کہ ہماری زبان عربی نہ ہو ہمیں نحو صرف لغات اور احادیث پر مکمل دسترس حاصل نہ ہو اصول حدیث و فقہ کو ہم نے ازبر محفوظ نہ کیا ہو ؟؟لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بھی انسانی دخل کا نتیجہ ہیں بیشک لیکن وہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ نتائج دو طریقے ہیں نکالے جاتے ہیں کبھی آگ کو دیکھ کر دھواں کا پتہ چلتا ہے تو کبھی دھواں دیکھ کر آگ کا لیکن آگ وہی بتا سکتا ہے جس نے خود آگ کو روشن کیا ہو یا قریب سے دیکھا ہو ورنہ دور رہنے والے تو دھواں سے آگ کا پتہ لگاتے ہیں اسی طریقے سے پہلے کے لوگوں نے ڈائریکٹ استفادہ کیا کیونکہ اس وقت ایسے لوگ موجود تھے جو ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے تھے لیکن جیسے جیسے زمانہ نبوت سے دوری ہوتی گئ متقدمین سے استفادہ بڑھتا گیا جو عین فطرت اور قرین قیاس ہے اور اقرب

الی الصواب ہے جس میں غلطیوں سے محفوظ رہنے کا امکان زیادہ ہے اگر کچھ نئ روشنی بکھرتی بھی ہے تو انہیں متقدمین کے علوم کے سائے میں ، اگر ہر کوئی صحابہ متقدمین و متاخرین علماء فقہا محدثین اصولیین کو چھوڑ دے اور خود سے اپنا نتیجہ فکر پیش کرنے لگے تو اس میں غلطی کا امکان زیادہ بڑھ جاتا ہے اور یہی ہوا ہے ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے اپنی خودساختہ فکر پیش کرنے کی کوشش کی تو وہ کہیں نہ کہیں غلطی کر بیٹھے کسی نے صحابہ کا مرتبہ گھٹادیا تو کسی نے صرف قرآن کو لیا احادیث کو چھوڑ دیا کسی نے احادیث کو لیا قرآن کو چھوڑ دیا جس سے نئے نئے مسائل جنم لینے لگے اور کمال کی بات یہ ہے کہ یہ ہی لوگ جمہور کے دامن کو پکڑنے والوں پر الزام بھی لگاتے ہیں کہ تم مخالفت کرتے ہو تم تعصب کرتے ہو جب کہ انہیں چاہئیے کہ جمہور کا خیال کریں جہاں رائے پیش کرنا ہو پہلے جمہور کی رائے بتائیں ان کے دلائل دیں پھر اپنی رائے دلیلوں کے ساتھ پیش کریں مختلف مذاہب ومسالک اور جماعت سے مستفید ہونا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن جو اس کے بیان کردہ حدود ہیں اس کو پکڑے رہنا چاہئیے ورنہ اپنی فکر سوائے فتنہ پیدا کرنے کے کچھ اثر نہیں چھوڑ سکتی -------

یاد رہے کہ یہ جو میں لکھ رہا رہوں یہ صرف میری بات نہیں ہے اگر کسی کو دیکھنا ہو تو موافقات میں تمام اصول بیان ہوئے ہیں اسے غور سے پڑھ لینا چاہئیے

شفیع اللہ اعظمی
العین

تنبیہ:- یہ مضمون کسی کو نشانہ بناکر نہیں لکھا گیا

جلسے جلوس کی ناکامی کے اسباب

بقلم :- مولانا **فضیل احمد ناصری قاسمی صاحب**
استاذ حدیث :- جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے و ذکر فان الذکری تنفع المومنین یعنی مسلمانوں کو ان کے فرائض منصبی یاد دلاتے رہو، یہ یاد دلانا قوم مسلم کے لیے بالیقین نفع بخش ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کی پیش گوئی ہے کہ مسلمان جوں جوں عہد نبوی سے دور ہوتے جائیں گے ان کی وضع قطع اور تہذیب و تمدن، یہودیت اور عیسائیت کی نمائندہ ہو جائے گی۔ ہاں ایک جماعت قیامت تک مسلسل حق پر رہے گی، اسی حق پر رہنے والی جماعت کو **طائفۂ منصورہ** کہا جاتا ہے۔

یہ درس گاہیں، یہ خانقاہیں، مساجد اور مجالس کے یہ بیانات اسی تذکیر کے لئے ہیں۔ تذکیر المومنین کا یہ دائرہ اب مزید پھیل گیا ہے ۔اب بڑے چھوٹے سارے جلسے جلوس اسی تذکیر کے لئے منعقد ہوتے ہیں ۔ جلسے جلوس اگر اصلاح امت کے جذبے سے ہوں اور ان کے انعقاد میں شرعی طور طریق اختیار کیا جائے تو انقلاب برپا ہو سکتا ہے، ہمارا شاندار ماضی اس پر شاہد عدل ہے۔ تحریک آزادی کے لیے علماء کے جلسے جلوس اسی لئے منزل آشنا رہے۔ امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی طول طویل تقریریں معاشرے کی کایا پلٹ دیتی تھیں، لیکن اب ایسا نہیں ہے۔

الیاسی تحریک کی کامیابی کا راز

اس حقیقت کے اعتراف میں مجھے ذرہ برابر جھجک نہیں کہ مسلمانوں کے درمیان انعقاد پذیر دینی محفلوں میں سب سے کامیاب نشستیں جماعت والوں کی ہوتی ہیں۔ ان کے اجتماعات اور تقریبات اپنے مقاصد میں صد فی صد کامیاب ہیں۔ ان کے *جوڑوں* میں جن موضوعات کو اٹھایا جاتا ہے ان پر جماعتی احباب سختی سے عمل درآمد کرتے ہیں، چناں چہ ہر جماعتی دھن کا پورا اور کام کا پکا ہوتا ہے ۔ آپ انہیں ان کے مفوضہ معمولات میں کوتاہ نہیں دیکھ سکتے۔ جماعت سے وابستہ ہر مسلمان کے لئے ان کے دل نرم و گداز، بلکہ والہ و شیدا ہوتے ہیں ۔ جماعت کے حالیہ اختلافات کی بنیاد *امارت اور شوریٰ* کا اختلاف ہے، نہ کہ سبیل المسلمین سے جداگانہ افکار۔ آپ جماعتی مسلمانوں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے امیر کے بتائے ہوئے سارے وظائف اندھے بہرے ہو کر انجام دے رہے ہیں ۔ ملامت گروں کی ملامتیں ان کے لئے کبھی بھی سدِ راہ نہیں بنتیں، لیکن ان کے برعکس غیر جماعتی جلسے اپنی تاثیر چھوڑنے میں یکسر ناکام ہیں۔ ان کی وجوہات تلاش کیجئے تو معلوم ہوگا کہ **کان کی عیاشی** سب سے بڑا سبب تو ہے ہی، اس کے علاوہ مندرجہ ذیل اسباب بھی آپ کو نظر آئیں گے:

اخلاص نیت کا فقدان

جلسے منعقد کرنے والوں میں سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ ان کے دل جذبِ دروں سے عاری ہوتے ہیں ۔ جلسے سے ان کا مقصد معاشرے کی اصلاح نہیں ہوتی، ان کے پیش نظر صرف اتنا ہوتا ہے کہ بڑی سے بڑی بھیڑ اکٹھی کر لی جائے اور علمائے

امت سے اپنے وسیع تعلقات کے مظاہرے کر کے اگلے دن اخبارات میں تصویریں چھپوا لی جائیں۔ جلسے میں علماء کی بڑی تعداد دکھا کر زبان حال سے یہ بتایا جاتا ہے کہ ہمارے ہاتھ اس قدر دراز ہیں کہ ہم جسے چاہیں، جہاں چاہیں، جس وقت چاہیں، اپنے اجلاس میں بے تکلف بلا سکتے ہیں۔

مشاعرہ بازی

ہمارے جلسوں کی ناکامی کا دوسرا بڑا سبب مشاعرے بازی کا چلن ہے۔ جلسوں میں خوش گلو اور نامور شعراء کو دعوت دے کر جلسوں کی تاثیر کو موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔ آپ اجلاس میں جائیں تو دیکھیں گے کہ علماء کی تقریروں کے دوران لوگ ادھر ادھر گلچھرّے اڑا رہے ہیں۔ فضول گوئیوں میں اپنے اوقات صرف کرنے میں مشغول ہیں۔ بہت سے سامعین تو مقررین کے سامنے ہی خراٹے بھی لینے میں کھوئے ہوئے، مگر جوں ہی شاعر کو نعت کے لئے پکارا جائے گا یوں محسوس ہو گا کہ صور پھونک دیا گیا ہے اور لوگ اپنی قبروں سے نکل پڑے ہیں۔

پوری بھیڑ سمٹ آئے گی اور چوک چوراہوں سے شامیانے کی طرف سامعین بھاگتے دوڑتے نظر آئیں گے۔ ناظم جلسہ کو دیکھیے تو وہ بھی نعت خواں کے سحر میں مبتلا اور جذب و مستی میں داد و تحسین پیش کرنے میں مصروف۔ حاضرین پر گلوکاری کا وہ جادو کہ ان کے خزانے کے دہانے کھٹاکھٹ کھل جائیں گے۔ جلسہ ختم ہوا اور لوگ یہ تبصرہ کرتے نظر آئیں گے کہ انتظامیہ نے اجلاس میں اعلیٰ شاعر کو بلایا تھا، گویا جلسہ نہ ہوا مشاعرہ ہو گیا۔

واعظ گویّے

دینی جلسوں کی روح مارڈالنے میں گویّے واعظوں کا بھی بڑا دخل ہے، چیخنا، چلانا اور منہ سے جھاگ نکالنا ان کا محبوب مشغلہ بن چکا۔ اپنی تقریر کے دوران پاسپورٹ ویزا کے بغیر ہی ایران توران پہنچ جائیں گے۔ کوئی مرکزی موضوع، نہ اس پر ٹھہرنے کی ان میں استعداد، پوری تقریر سیکڑوں موضوعات سے لبریز۔ چٹکلوں اور لطیفوں کی بھرمار۔ اکثر مقررین کسی نہ کسی مشہور خطیب کے نقال ہوتے ہیں۔ ایک طویل زمانے سے قاری محمد حنیف مرحوم کی نقالی چل رہی ہے۔ ادھر عصر حاضر کے بعض زندہ مقررین کی نقل بھی چلنے لگی ہے۔ پھر آواز میں وہ گرج، پیشانی پر وہ سلوٹیں اور چہرے پر بگاڑ ایسا، معلوم ہو کہ شدید غصے میں کسی سے الجھ پڑے ہیں اور آج قصہ نمٹا کر ہی دم لیں گے۔ جسم کی وہ حرکات اور ہاتھ پاؤں کے وہ اشارے کہ کرسی بھی خطرے میں محسوس ہو اور مائیک بھی پناہ مانگے۔ پورا بدن پسینہ پسینہ۔ شدید ٹھنڈ میں بھی یوں محسوس ہوگا کہ جناب واعظ صاحب حمام سے ابھی نکل کر آئے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ فجر کی نماز دوسروں کی بھی ضائع کریں گے اور خود بھی بستر استراحت پر خواب غفلت میں مدہوش۔ شاید انھیں نہیں معلوم کہ بات خواہ کتنی ہی بھلی کیوں نہ ہو، اگر اسے پیش کرنے کا برحق طریقہ اختیار نہ کیا گیا تو اس میں تاثیر ممکن ہی نہیں ہے۔

بے عمل مقررین

جلسوں کے غیر موثر ہونے کی ایک بڑی وجہ بے عمل مقررین کی کثرت ہے۔

مقررین وہ ہوتے ہیں جن کی زندگی خود اپنے اقوال کے خلاف ہو۔ جلسے جلوس میں خیر و خیرات کی تلقین کرنے والے ذاتی زندگی میں خطرناک حد تک دین بیزار ہوتے ہیں۔ فارسی کا مقولہ ہے: *از دل خیزد بر دل ریزد* : دل سے نکلی ہوئی بات دل میں چبھتی اور اپنا اثر دکھاتی ہے ۔ اور یہ تاثیر عملِ صالح کے بغیر ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی۔
صد حیف کہ ہمارے اکثر مقررین اس وصف سے مکمل محروم ہیں۔ ظاہر ہے کہ:
او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

پیغمبر ﷺ کے خطبات کی درازی

میں سیرتِ رسول ﷺ کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کے ناطے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ آپ ﷺ لمبی تقریروں اور چرب بیانیوں کے قائل نہ تھے، بلکہ انہیں برا سمجھتے تھے ۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے تقریر کروائی، پھر حضرت عمرؓ سے، ان کی تقریریں مختصر ہوئیں، پھر ایک تیسرے شخص کو کھڑا کیا، اس نے تقریر کی تو چبا چبا کر تقریر کی، حضور ﷺ ناراض ہو گئے اور فرمایا: خاموش ہو جاؤ! حدیث کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیں:
خطب رسولُ اللہِ صلَّى اللہُ علیہِ وسلَّم خطبةً خفیفةً فلما فرغ من خطبتِہ قال یا أبا بکرٍ قمْ فاخطبْ فقصَّر دونَ رسولِ اللہِ صلَّى اللہُ علیہ وسلَّم فلما فرغ من خطبتِہ قال یا عمرُ قمْ فاخطبْ فقام فقصَّر دونَ رسولِ اللہِ صلَّى اللہُ علیہ وسلَّم ودونَ أبي بکرٍ فلما فرغ من خطبتِہ قال یا فلانُ قمْ فاخطبْ فشقَّقَ القولَ فقال لہ رسولُ اللہِ صلَّى اللہُ علیہ وسلَّم اسکتْ أو اجلسْ فإنَّ التشقیقَ من الشیطانِ وإن البیانَ من السحرِ
[مجمع الزوائد]

ایسے خطیبوں سے آپ ﷺ صرف ناراض ہی نہیں ہوتے، بلکہ ان کے لیے سخت وعیدیں بھی بیان کرتے:

إنَّ من أحبِّكم إليَّ ، وأقربِكم مني مجلسًا يومَ القيامةِ أحاسنُكم أخلاقًا ، وإنَّ أبغضَكم إليَّ وأبعدَكم مني مجلسًا يومَ القيامةِ الثَّرثارونَ ، والمُتشدِّقونَ ، والمُتفيهقونَ ، قالوا : قد علِمنا الثرثارونَ والمتشدِّقونَ، فما المُتفيهقونَ ؟ قال : المُتكبِّرونَ ۔
الراوي: جابر بن عبد الله، المصدر: السلسلة الصحيحة - الصفحة أو الرقم: 791۔

کتبِ احادیث میں آپ ﷺ کے خطبات کی کوئی کمی نہیں۔ آپ نے کبھی بھی دراز نفس تقریر نہیں کی۔ آپ کے خطبات مختصر اور جامع ترین ہوا کرتے تھے۔ آپ کی بڑی سے بڑی تقریر 7.8 منٹ سے زیادہ وقت نہیں لے گی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ وعظ و تذکیر میں ہی گزری ہے، مگر ہمارے واعظین اور مقررین جیسی طوالانی کا کوئی گزر وہاں دکھائی نہیں دیتا۔ آپ سیرت کی کتابیں کھنگال ڈالیے، خطبات کی طوالت سات آٹھ منٹ سے زیادہ ہرگز نہیں ہوگی۔

ضرورت ہے کہ اجلاس کے سارے پہلو درست ہوں، تاکہ امت کی اصلاح بہتر طور پر ہو سکے۔

مرنے کے بعد بھی میرا یہ احترام ہے۔

بقلم :- مولانا شمس المظاہری صاحب
مہتمم مدرسہ نظامیہ دار القران جھارکھنڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم / کل نفس ذائقۃ الموت ۔۔صدق اللہ العظیم۔۔

مرنے کے بعد بھی میرا یہ احترام ہے۔ آگے میرا جنازہ پیچھے امام ہے۔۔

دنیائے دنی سے تعلق خاطر مومن کی شان نہیں۔۔اسکی نگاہ تو آخرت کی جانب ٹکٹکی لگائے اپنے خوبصورت آماجگاہ کو دیدنی ہوا کرتی ہے۔۔وہ آلام و آزمائش سے پر کائنات میں صرف ایک طالب علم کی حیثیت سے آتا ہے ۔۔تاکہ پوری مستعدی اور چاق و چوبندی ،ریاضت و مجاہدہ اور محنت و مشقت کے ساتھ اپنے اسباق کی تیاری کرے۔۔ ان اسباق کی جو ہوم ورک کے طور پر اس کے خالق و مالک نے عالم ارواح میں عہد الست کے طور پر اسے دیا ۔۔اور ان اسباق کی جنگی تیاری میں راہنمائی کے لئے ان کے معبود و مسجود نے ان کے پاس تقریبا سوا لاکھ انبیاء کرام کو معلم و ہادی بنا کر بھیجا۔۔اور ان اسباق کی جنگی تیاری ہی بندوں کی مقصد زندگی و بندگی اور حیات مستعار کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔۔۔

اسباق کی مکمل تیاری کے بعد سالانہ امتحانات کی باری آتی ہے۔۔جسکے لئے مراکز اور سینٹرز متعین کئے جاتے ہیں۔۔ظاہر ہے کہ مومن کے امتحانات کے لئے اللہ تبارک و تعالی نے عالم آخرت کو مرکز اور سینٹر متعین فرمایا ہے۔۔جہاں سوالات کے صحیح جوابات پر مکمل نمبرات کی گارنٹی اور ضمانت ہے۔۔۔

"نضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئا ۔۔وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا۔۔وکفی بنا حاسبین۔" (ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو قائم کر دیں گے ۔۔ اس دن کسی پر رتی برابر بھی ظلم نہیں ہو گا ۔۔اگر کوئی رائی کے دانے برابر بھی نیکی یا بدی لے کر آئے گا تو اسے اسکی جزاء و سزا ملے گی۔۔اور ہم حساب و کتاب کرنے کے لئے کافی ہیں)

وہاں اپنے اعمال کے حساب اور امتحانات کے تیار شدہ جوابات کو لے کر ہر ایک کو حاضر ہونا ہی ہے ۔۔ کسی کے لئے کوئی چارہ کار نہیں اور نہ ہی کوئی راہ فرار۔۔چار سوالات کی جانب تو حدیث نبوی بھی مشیر ہے ۔۔

(۱)عمر عزیز کے ایک ایک لمحہ کا سوال ۔۔کہاں صرف کیا؟؟(۲)پوری عمر کا حاصل اور نچوڑ،،عمر کا سب سے بہترین دور ،،یعنی عالم شباب جو طفولیت کی نزاکت اور کہولیت کی معذوری سے بالکل الگ اور پاک ۔۔ عفت و عصمت ،عبادت و ریاضت اور نظافت و طہارت کی خوشبوؤں سے معطر و معنبر کیا یا پھر گناہوں و بدکاروں کی آلائشوں سے بدبودار؟؟

(۳)مال و دولت جو خدائی انعام ہے اپنے بندوں پر ۔۔اور جسکی یاد دہانی دانستہ طور پر قرآن کریم میں جگہ جگہ: ممارزقناھم" کے ذریعے کرائی گئی اور یہ بتا دیا گیا ۔۔کہ رزق کے حصول کے لئے تمہیں صرف سبب کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے لیکن رزق کے سوتے خزانہ غیب ہی سے نکلتے ہیں۔۔کسب معاش کی خاطر تمہاری عقل محنت اور صلاحیت کا استعمال بھی انعام خداوندی ہی ہے۔۔ورنہ تمہاری اوقات ہی کیا؟؟؟اب ذرا ان کمنگ اور آوٹ گوئنگ کی تفصیل بھی بتاتے جاؤ؟؟؟؟

(۴)شریعت کا علم خواہ کسی بھی طریقے سے حاصل کیا اور احکام خداوندی کی معرفت جس طور بھی علم کا قیمتی حصہ بنی ۔۔اس پر کہاں تک عمل پیرا رہے اور مخلوق خداوندی کی راہنمائی کی خاطر اسکے استعمال کا کون سا طریقہ اپنایا۔؟؟؟

بہر کیف !!جانا تو ہر ایک کو ہے ہی خواہی نخواہی۔۔یہ اور بات ہے کہ جانے کے اوقات جدا جدا اور طریقے الگ الگ ۔۔راستے جدا جدا مگر منزل سب کی ایک ۔۔"الیہ ترجعون " لوٹنا تو بہر حال اسی کے پاس ہے۔۔مرجع و مرکز تو بس وہی ہے اور ماوی و ملجا بھی صرف اسی کی ذات ہے۔۔۔"کل شیئ ھالک الا وجہہ لہ الحکم ۔ والیہ ترجعون"اسکا اعلان ہے کہ بقا و دوام بس صرف اسی کو حاصل ہے بقیہ تو سب کے لئے فنائیت ہی کا فیصلہ ہے ۔۔اور رجوع عام اسی کی جانب ہے۔۔۔
راہ بقا و دوام کی سواری کے لئے اللہ نے موت کو مقرر فرما دیا ہے۔۔یہ سواری دنیوی سوارہوں کی طرح تقدیم و تاخیر کا شکار نہیں ہوتی بلکہ اپنے مقررہ و متعینہ وقت پر ہی اپنے مسافر کے پاس پہونچتی ہے۔۔اور اسے خود پر سوار کر لیتی ہے۔۔"اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون"۔۔ یہ کہنا ہی عبث ہے کہ فلاں وقت سے پہلے چلا گیا۔۔یا فلاں کا اگر اس طرح علاج ہوتا یا فلاں جگہ علاج ہوتا یا علاج و معالجہ میں جلد بازی ہوتی تو اسکی موت نہ ہوتی۔۔اگر خدانخواستہ زبان سے ایسے جملے ادا ہوئے تو تقدیر پر حرف آنے لگے اور اللہ کی قدرت پر انگشت نمائی ہونے لگے ۔۔معاذ اللہ ۔۔
دوستو!!!!!!!بات بالکل ماء زمزم کی طرح صاف و شفاف ہے کہ موت تو وقت متعینہ ہی پر آتی ہے ۔۔یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جسکے انکار کا چارہ انہیں بھی نہیں جو اللہ کی قدرت کے بھی منکر ہیں۔۔موت تو مومن کے لئے بہترین تحفہ ہے ۔

وصل یار کی لذت سے انہیں شرابور کر دیتی ہے۔۔فراق کو وصال اور اضطراب کو قرار میں تبدیل کر دیتی ہے۔۔

ع عمر بھر کی بے قراری کو قرار اہی گیا۔

موت کی لذت کوئی اس ایمان دار اور باوفا مومن سے پوچھے جنکے قلوب یاد خداوندی سے مخمور اور جنکی زبانیں زکر الہی سے معمور رہا کرتی ہیں۔۔جو "الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا "کی مکمل تعبیر و تشریح ہیں۔۔جو" الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب "کی تفسیر و تکمیل ہیں۔۔جنہیں موت کے نقشہ میں زندگی اور فنا کے ائینہ میں بقا و دوام نظر آتا ہے۔۔

ہاں بعض اموات ایسی ہوتی ہیں۔جو انسان کو اندر سے باہر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہیں۔۔پرسکون فضا میں ہلچل پیدا کر دیتی ہیں۔۔پربہار موسم کو خزاں میں بدل دیتی ہیں۔۔

ایسی ہی ایک موت گزشتہ شب میرے گاؤں میں واقع ہوئی ۔جس نے پورے گاؤں کے ماحول کو سوگوار اور مکدر بنا دیا۔۔میری ماموں زاد بہن ،ماسٹر رئیس صاحب کی دختر نیک اختر ،میرے انتہائی قریب مولوی ابرار ندوی (جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ)میں میرے رفیق کی اہلیہ محترمہ اپنے دو معصوم بچوں کو روتا بلکتا اور اپنے اہل خانہ کو سسکتا تڑپتا چھوڑ عالم جاوداں کی جانب کوچ کر گئیں۔۔مرحومہ کئی ماہ سے مسلسل مختلف امراض کی شکار تھیں اور کلکتہ میں ہسپتال میں زیر علاج تھیں۔۔

امراض سے مسلسل نبرد آزما اخرکار شکست کھا گئیں اور موت کے فرشتہ نے ان کے جسم و روح کو سکون پہونچانے کی خاطر اپنے آغوش میں لے کر جوار رحمت میں ڈال ہی دیا۔۔۔

ادھر جسد خاکی بذریعہ ایمبولنس گاؤں کی جانب رواں و دواں تھا اور ادھر دونوں معصوم بچے اپنے دوستوں کو خوشی خوشی اپنی ماں کی امد کا مژدہ سنا رہے تھے۔۔ان بے چاروں کو کیا خبر کہ جس ماں کا وہ انتظار کر رہے ہیں وہ انہیں آغوش میں لے کر پیار کرنے نہیں بلکہ خود زمین کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے سونے کے لئے آ رہی ہے

آج سے چار سال قبل ماہ نومبر ۲۰۱۴ کو جب راقم کی والدہ محترمہ کی وفات ہوئی تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ پوری دنیا تاریک در تاریک ہو چکی ہے ۔۔ سر سے سائبان اور پاؤں تلے سے زمین کھینچ لی گئی ہے۔۔حالانکہ راقم عمر کی اڑتیسویں بہار دیکھ رہا تھا۔۔ لیکن وہ معصوم اور کمسن بچے !!!!آہ ان کے دل پر کیا گزری ہوگی؟؟؟؟ان پر کیا قیامت ٹوٹی ہوگی جب انھوں نے اپنی ماںتا کی دیوی کو چیخ چیخ کر پکارا ہوگا۔۔اور اس ماں نے ،،،،ہاں اس ماں نے جو بچے کی آواز پر تڑپ جاتی ہے۔۔اسکی تھوڑی سی بھی تکلیف اسے بےچین و بیقرار کر دیتی ہے۔۔ہاں آج اس ماں نے کچھ بھی جواب نہیں دیا ہوگا۔۔۔۔

میں اپنے گاؤں سے اسوقت تقریبا بارہ سو کلو میٹر کے فاصلے پر شہر حیدرآباد میں ہوں۔۔لیکن اس منظر کے تصور میں اتے ہی چیخ سی نکل جاتی ہے۔۔۔

لیکن قران کی ایت "کل نفس ذائقہ الموت "ہی ایمان والوں کے لئے آیت تسلی ہے۔۔کہ

آج ہماری کل تمہاری باری ہے   موت سے کس کو رستگاری ہے؟؟

میں بھی دعا گو ہوں اور احباب سے بھی دعا کی درخواست ہے کہ مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔۔اللہ مرحومہ کے لئے جنت الفردوس میں اعلی مقام کا فیصلہ فرمائے ۔۔اور ان کے شوہر و اہل خانہ کی اس مصیبت بھری گھڑی میں اعانت فرمائے ۔۔صبر جمیل اور حوصلہ عطا فرمائے ۔۔بالخصوص دونوں معصوموں پر اپنے سایہ رحمت کو دراز فرمائے ۔۔ان کے قلوب کو اس حادثہ جانکاہ کو برداشت کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے ۔۔

جس وقت سے یہ خبر گوش گزار ہوئی ہے ایک اضطراب اور بے کلی کی سی کیفیت ہے۔۔۔رہ رہ کر دونوں بچوں کا چہرہ نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔۔مولوی ابرار اور ان کے گھر والوں سے نیز ماسٹر رئیس صاحب سے قریبی رشتہ ہے۔۔بالخصوص ماسٹر رئیس صاحب مدرسہ کی تعمیر و ترقی کے معاملے میں میرے لئے ایک بہترین مشیر اور معاون کی حیثیت رکھتے ہیں۔۔بار بار حوصلہ افزائی بھی کرتے رہتے ہیں۔۔اسلئے ہر اعتبار سے یہ دکھ میرا اپنا دکھ ہے اور میں بھی تعزیت کا استحقاق رکھتا ہوں۔۔اخیر میں اس نیک سیرت، جواں سال مرحومہ ماں کے لئے علامہ اقبال کا وہ شعر پیش کرنے کو دل چاہتا ہے جو انہوں نے اپنی ماں کے لئے کہے تھے۔۔

آسماں ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے۔۔۔
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے۔۔۔

شمس المظاہری(مہتمم مدرسہ نظامیہ دار القران دگھی وایامہگاواں گڈا جھارکھنڈ)

اخوت کا بیاں ھوجا....

بقلم :- مفتی اجود اللہ پھولپوری صاحب
نائب ناظم :- مدرسۃ بیت العلوم۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ھیکہ کامیابی اور کامرانی انہیں کا مقدر ھوا کرتی ھیں جو آپسی اختلاف سے دور باھمی اتحاد سے قریب اور مصیبتوں و مشکلوں میں سینہ سپر بغض و حسد سے ناآشنا ھوتے ھیں ایسے لوگ ھمیشہ اپنے مخالفین پہ غالب دشمنوں پہ فاتح اور نصرت خداوندی کے حقدار ھوتے ھیں عزت و سربلندی انکی دھلیز پر لونڈی بن کے کھڑی ھوتی ھے عظمت و عروج انکے زیر نگیں ھوتے ھیں اسکے برعکس آپسی نااتفاقی اور باھمی انتشار تباھی و بربادی ذلت و رسوائی کا سبب اور قوموں کیلئے کیفیت مرگ سے لطف اندوزی کا زریعہ بن جایا کرتی ھیں

فرد قائم ربط ملت سے ھے تنہا کچھ نہیں : موج ھے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

افسوس اس بات کا ھے کہ جو قوم خود کو محسن انسانیت کا پیروکار بتلاتی ھے وہ خود ھی باھم دست و گریباں اور ایکدوسرے کیلئے باعث ننگ و عار ھے جو قرآن کریم جیسی راہ ھدایت دکھلانے اور آپسی اتحاد کا اعلان کرنے والی کتاب رکھتی ھے وہ انتشار و افتراق کا شکار ھے جبکہ قرآن کریم کا صاف اور واضح اعلان ھے،
واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقو...سورہ عمران
تم سب اللہ کی رسی (دین شریعت) کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو (انتشار و افتراق سے بچو)

دوسری جگہ سورہ انفال میں قرآن فرمان ھدایت جاری کرتے ھوئے کہتا ھے
واطیعو اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین
یعنی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا و اختلاف نہ کرو ورنہ تمھارے اندر کمزوری پیدا ھوجائیگی اور تمھاری ھوا اکھڑ جائیگی صبر کرو یقینا اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ھے

آج ھماری زندگی کا ھر شعبہ کمزوریوں سے بھرا پڑا ھے ھر میدان ھماری ھزیمت کا گواہ ھے جسکی وجہ اطیع اللہ و اطیع الرسول کا فقدان ھے فتفشلوا وتذھب ریحکم کی معنویت اور سچائی ھمارے حال پر صادق آتی ھے ھمارا وجود صبر کے مادہ سے خالی ھے جسکی وجہ سے ھم اپنے رب کی معیت و رحمت سے بھی محروم ھوتے جارھے ھیں
ماضی کے جھروکوں میں دیکھئے تو تاریخ کے صفحات پر یہ بات جلی حروف میں لکھی نظر آئیگی کہ ھمارے اسلاف میں جب اخوت و بھائی چارگی کی صفات پائی جاتی تھی تو مٹھی بھر ھونے کے باوجود نصف صدی کے اندر اندر آدھی دنیا کو اپنے زیر نگیں کرلیا
آپسی اتحاد و اتفاق کی ھی برکت تھی کہ انھوں نے بیک وقت کئی محاذوں پہ فتح حاصل کر لی ایک طرف جہاں روم فارس جیسے سپر پاور کو زیر دست کیا وھیں سندھ و ھند کے دروازہ کو بھی اپنی دستک سے لرزہ براندام کردیا یہی نہیں کہ افریقہ کے تپتے ھوئے صحراؤں کی خاک چھانی بلکہ اندلس و اسپین کی سرزمین کو روندتے ھوئے فرانس کی سرحد کو بھی اپنی سرحد میں داخل کرگئے اللھم اجعلنا منھم

آج مسلمانوں کے حال و احوال پہ نگاہ ڈالی جائے تو دور دور تک اس بات کو جگہ نہیں ملتی کہ یہ قوم ایسا شاندار و جاندار ماضی رکھتی تھی آج ملت اسلامیہ جن مسائل سے

جوجھ رھی ھے وہ ناقابل بیان ھے ھمارا ھر شعبہ خواہ وہ انفرادی ھو یا اجتماعی خاندانی ھو یا ملی سیاسی ھو یا معاشرتی سب پر نااتفاقی و اختلاف کی دبیز چادر پڑی ھوئی ھے حتی کہ ھماری جماعتیں اور جمعیتیں بھی اسکا شکار ھوکر قوم کو مثبت پیغام دینے سے قاصر ھیں والد ماجد محسن الامت نوراللہ مرقدہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر قومی مسائل کو سلجھانا ھو تو سب سے پہلے عائلی مسائل کو سمیٹنا ھوگا وہ قوم کبھی بھی ترقی کے راستہ پہ نہیں دوڑ سکتی جنکے آپسی مسائل الجھے ھوئے ھوں آج ھم نے اپنے مسائل کو اس قدر الجھا دیا ھیکہ دینی ودنیاوی مسلکی و مشربی سب ایکدوسرے کے ساتھ گڈ مڈ ھوکے رہ گئے ھیں

زندگی کے اھم شعبوں میں سے ایک شعبہ سیاست بھی خود ھماری سیاست کا شکار ھوچکا ھے ملت آج اپنا سیاسی وزن کھو چکی ھے ھماری قیادت زنگ آلود ھوکے رہ گئی ھے عظیم اتحاد ملت کی نمائندگی سے خالی ھے ھر سیاسی تنظیم ھمیں شجر ممنوعہ سمجھنے لگی ھے پھر بھی ھم اختلاف سے باز نہیں آناچاھتے دوسری سیاسی تنظیموں کے دامن کو بغیر کسی قومی و ملی نفع کے تھامے ھوئے خود کو ذلیل و رسوا کر رھے ھیں ھمیں سیکولرزم کی قلی گیری سے باز آنا ھوگا اور نئی حکمت عملی کے ساتھ خود کو عظیم اتحاد کا حصہ دار ثابت کرنا ھوگا ھماری قیادت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ھوکر آپسی اتحاد کا ثبوت دینا ھوگا اگر ھماری قیادت انفرادی جنگ لڑنا بھی چاھے تو من حیث القوم انہیں سیاسی خودکشی سے روکنا ھماری ذمہ داری بنتی ھے ھر علاقہ کے بااثر افراد کو ایک ھوکر ملی قیادت کے اجتماع کو یقینی بنانا ھوگا انہیں یہ بات سمجھانی ھوگی کہ ھمارے ووٹ کے حقدار تبھی ھونگے جب وہ متحد ھونگے اگر ایسا ھوا تو یقینا اسکے خوش آئند اور مثبت نتیجے سامنے آسکتے ھیں بغیر تفریق مذھب و ملت فاشسٹ طاقتوں کو حکومت سے دور رکھنا یقینا ھم سب کی ذمہ داری ھے لیکن اس کیلئے اپنے وجود کو بربادی کی چتا پہ لٹانا

کہیں سے بھی عقلمندی کا کام نہیں عظیم اتحاد سے دوری سیاسی بھول ھوگی لیکن اسمیں شمولیت بطور حصہ دار کے ھو نہ کہ کرایہ دار کے یہ بات مختلف سیاسی تنظیموں سے جڑے ملت کے افراد کو بھی سمجھنی ھوگی کہ انکی اھمیت تبھی تک ھے جب تک قوم وزن دار ھے اور قوم کی وزن داری اتحاد و اتفاق میں ھے نہ کہ اختلاف و انتشار میں..

ایک ھوجائیں تو بن سکتے ھیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ھوئے تاروں سے کیا ھوتا ھے

صاحب عقل و دانش وھی ھے جو وقت رہتے سنبھل جائے سرخ روئی اور کامیابی اسی کا مقدر ھوتی ھے جو باد مخالف میں بھی پرواز کا حوصلہ رکھے ابھی بھی عظمت رفتہ دور نہیں اسے حاصل کرنے کا پورا پورا موقعہ ھے بس خدائی فرمان پر عمل پیرا ھونے کی ضرورت ھے اخوت و بھائی چارگی کو اپنانے کی ضرورت ھے اگر موجودہ حالت میں اس پر بھی عمل پیرا نہ ھوسکے تو ذلت و رسوائی ھم سب کا مقدر ھوگی
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نا ھو جسکو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

وجود زن سے ہے تصویر کائنات کا رنگ

بقلم :- مولانا امجد صدیقی صاحب
ممبر :- پاسبان علم و ادب

عورت تو ایک لفظ ہے لیکن یہ خالق کائنات کا حسین ترین شاہکار ہے ،عورت کے وجود سے اس جہان رنگ کی سرشبز وشادابی قائم ہے
عورت وفاشعاری، ایثار، قربانی، فرمابرداری ، تحمل مزاجی ، سلیقہ شعاری کا دوسرا روپ ہے
عورت تہذیب و تمدن شائستگی و شگفتگی کی حسین پیکر ہے ، عورت زندگی کے حسین ترین راز کی دوسری صورت ہے
عورت تمام تر صفتوں کا اعلی نمونہ ہے ، عورت کے خمیر کو سماج کی تمام تر رعنائیوں سے گوندھا گیا ہے ، عورت بنی نوع انسان کا لازمی عنصر ہے

عورت کے روپ کو رحمت بھی قرار دیا گیا چونکہ یہ صنف نازک ہے یہ شگفتہ کلی اور شفاف پانی کے چشمے کی مانند ہے
یہ کبھی بھائی جیسے پاکیزہ رشتے کے لئے بہن کی شکل میں خلوص و وفا کے مفہوم بن جاتی ہے
پھر راحت وسکون بہم پہونچانے کاخوبصورت راستہ بھی
یہ کبھی بیٹی بن کر باپ کے سروں کا تاج بن جاتی
کبھی باپ کے غموں کے کے ہلقان کے لئے متحمل پہاڑ کی شکل اختیار کر لیتی ہے
کبھی باپ کوسماجی ، معاشرتی ، اور تعلیمی سطح پر اعلی مقام دلانے کا سبب بھی بنتی ہے

اگر کبھی یہی بیٹی تین ہو جائے تو پھر خالق کائنات کی خوشنودی اور تقرب تک پہونچانے کا حسین راستہ بن جاتی ہیں
یہی بیٹی کبھی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شکل میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں ٹھنڈک بن گئی
کبھی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت کو آسمانوں تک پہونچا دیتی ہیں
پھر یہی بیٹی بوڑھے باپ کے لئے شدت دھوپ میں مضبوط اور گھنا سائباں بن کر سامنے آتی ہے
پھر یہی عورت جب سب سے مقدس اور معتبر رشتہ ماں کی درجہ پر فائز ہوئی تو اس کی وسیع کائنات اولاد تک ہی محدود ہو جاتی ہے
اس عورت کی تمام خواہشوں اور تمناؤں کا محور و مرکز اولاد ہو جاتی ہے
اپنے دامن کے سایہ عاطفت میں اس طرح سے ڈھانک لیتی ہے کہ غم کو آنے میں جھجھک محسوس ہوتی ہوگی
اس طرح سے دل کے جزبات کو سمیٹتی ہے کہ خود بخود خلوص کا مفہوم ذہن نشیں ہو جاتا ہے
یہی عورت جب ماں کے بے لوث رشتے میں سماتی ہے تو رحمت ، شفقت ، عاطفت ، درگزر ، تحمل کے تمام دریاؤں اور صحراؤں کو لیکر سماتی ہے
پھر کیا بس دل میں انتقام کی بو تک کا وجود نہیں
رحمت کا ایک زندہ وجاید نمونہ
یہ ماں کبھی کڑی کی سردی میں اپنی اولاد کی خاطر بھوک سے سوکھا ہوا جسم کو ریشم کا لباس بنا دیتی ہی

کبھی دھوپ کی تپش میں خوبصورت سائباں بن کر بے غرض محبت کی پاٹھ پڑھانے لگتی ہے
کبھی بغیر چھت کی چھونپڑی میں اولاد کے لئے ایسی چھت بن جاتی ہے کہ بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گر سکے
اولاد کی بیماری کا احساس ہوا تو بس اپنی بیماری کو صحتیابی میں بدلنے کا فن کوئی ان سے سیکھے
حالانک اس معاملے میں اکثر میری ماں جھوٹی ثابت ہوتی ہے
ماں وہ بحر بیکراں ہے جس کی موج عاطفت سے ایک عالم کو راحت وسکون میسر ہورہا ہے

میرے گناہوں کو وہ اس طرح سے دھو دیتی ہے : ماں بہت غصے میں ہو تو رو دیتی ہے

یہی عورت جب بیوی جیسے عظیم رشتے کے لباس زیب تن کرتی ہے تو اپنے شوہر کے آدھا ایمان کی تکمیل کا ذریعہ بن جاتی ہے
پھر اپنے شوہر کے لئے راحت وسکون کا وہ تناور درخت بن جاتی ہے جس کی ہر شاخ سے صبح وشام ٹھنڈی ٹھنڈی ہوئیں اپنے ساتھ خوشیوں اور مسرتوں کے لمحے بھی لے کر آئیں
کبھی یہی عورت ؛ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا جیسے سماجی قول کو صحیح ثابت کرتی نظر آئی
یہی عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بن کر اپنے عزم و ہمت سے رسول کی رسالت کو سنبھالا ، پھر ایک نبی کے بے قرار دل کو قرار پہنچانے معاون ثابت ہوئی

یہ عورت کبھی آسیہ بھی تھی جو جھوٹی خدائی کے دست و بازو ہو کر بھی قربت خداوند حاصل کر کے ہی دم لیا
عورت ہے تو دنیا کے حسین مناظر آنکھوں کو حسین لگیں گے
زمین تنگ ہونے کے باوجود وسیع محسوس ہو گی
آسمان ہر رنگ میں آنکھوں کو بھائے گا

وجود زن سے ہے تصویر کائنات کا رنگ۔

آج عورتوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے مغربی نظریات پیش کرنے والوں کو یہ کہہ دیا جائے کہ عورتوں کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ اسے عورت تسلیم کیا جائے
آج مغربی تصور نے عورت کو مساوات کے نام پر عورت کے زمرے سے ہی نکال دیا
اسلام نے مردوزن کی مساوات کی صدائیں اس وقت لگائیں ہیں جب عورت کے حقوق کا تصور ابھی کسی بھی معاشرے میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا
عورت اور مرد کی مساوات کا نظریہ سب سے قبل اسلام نے پیش کیا

تم مرد عورت کا لباس ہو اور وہ تمہارا لباس ہے

اس طرح مختصر ترین الفاظ اور نہایت ہی بلیغ انداز میں عورت اور مرد کی رفاقت کو سماجی تمدن کی بنیاد قرار دیا

امجد صدیقی

شیخ یونس جونپوری

بقلم :- مولانا عبد المالک بلندشہری
متعلم :- ندوۃالعماء لکھنؤ

زیر نظر تحریر عالم اسلام کے مشہور محدث حضرت امام یونس جونپوری رح کے تعارف پر مشتمل ہے -- شیخ رح نے مظاہر علوم میں رہ کر نصف صدی تک درس حدیث کی شمع روشن کی ---

ہمارے مخدوم استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالقادر پٹنی مدظلہ (ولادت 1944) نائب مہتمم و استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو خلیفہ مجاز بیعت مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی مدظلہ کو بھی شیخ یونس رح سے شرف تلمذ حاصل ہے -ندوۃ العلماء سے 1966 میں فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے سن 1967 میں مظاہرعلوم میں داخلہ لے کر دورہ حدیث مکمل کیا --اس درمیان حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ رامپوری رح(1897-1979)، حضرت شیخ زکریا کاندھلوی رح(1895-1982)، فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین رح (1929-2003)وغیرہ سے کسب فیض کیا --اس زمانہ میں شیخ یونس رح کے متعلق بخاری شریف کے بجائے حدیث کی دوسری کتب سنن ابی داود اور موطین وغیرہ تھیں --

شیخ یونس رح سے حضرت پٹنی مدظلہ نے کافی استفادہ کیا اور آخر تک ان سے نیازمندانہ تعلق برقرار رکھا --ان کی وفات سے حضرت پٹنی مدظلہ پر بڑا اثر ہوا اور ان کی آنکھیں نم ہوگئیں ---اللہ ان کو غریق رحمت کرے -- آمین --

حیات شیخ الحدیث رح۔

شیخ الحدیث مولانا یونس جونپوری رح سلسلہ محدثین کی ایک درخشاں کڑی تھے ۔۔۔ اپنے علمی تبحر ، وسعت مطالعہ ، قوت حافظہ ، علمی رسوخ اور حدیثی مہارت کی بنیاد پر بجاطور پر آپ امیر المومنین فی الحدیث تھے ۔۔۔فن حدیث و متعلقات حدیث کے ماہر اور ستودہ صفات عالم دین اترپردیش کے مردم خیز ضلع جونپور کے باشندہ تھے ۔۔ آپ کی ولادت 1937 ء میں ہوئی۔۔ابتدائی تعلیم مولانا عبدالحلیم جونپوری رح وغیرہ سے حاصل کی ۔۔اعلی تعلیم کے لئے مشہور علمی درسگاہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور 1960 میں فراغت حاصل کی ۔۔ایام طالب علمی میں ہی فخر المحدثین حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رح(1895۔1982) سے خصوصی تعلق قائم کیا اور ان کے خرمن علم و حدیث سے خاطرخواہ استفادہ کیا ۔۔ان کی صحبت میں رہ کر فن حدیث میں وہ مہارت پیدا کی کہ عالم اسلام کے ممتاز ترین محدثین میں آپ کا شمار ہونے لگا۔حدیث سے آپ کو ایسا تعلق تھا کہ وہ ان کا زندگی کا جزء لاینفک ہوکر رہ گیا تھا ۔۔فن حدیث ان کاوڑھنا بچھونا تھا۔۔آپ کے استاذ گرامی شیخ زکریا رح کو آپ پر اس قدر اعتمار تھا کہ محض نوجوانی کے عالم ہی آپ کو اپنا جانشین منتخب کرلیا تھا ۔۔۔۔یقینا آپ کی دوربین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آنے والے زمانے میں یہ نوجوان فن حدیث میں اس مقام کو پہونچے گا کہ متقدمین کی یاد تازہ ہوجائے گی ۔۔ شیخ یونس رح نے کم و بیش نصف صدی تک مظاہر علوم میں مقیم رہ کر دین متین کی گراں قدر خدمات انجام دیں ۔۔اس درمیاں آپ سے کتنے لوگوں نے فیض اٹھایا ۔۔ کتنے طلبہ کسب خیر کرکے قابل رشک بنے اس کا درست اندازہ لگانا کافی دشوار ہے ۔۔وہ بلا شک و شبہ عرب و عجم کے مابین یکساں طور پر مقبول تھے ۔۔

علمائے عرب بھی ان سے کسب فیض کرتے اور ان سے اجازت حدیث حاصل کرکے فخر محسوس کرتے ۔۔ان کی کی سند حدیث بھی بڑی عالی تھی ۔۔وقت کے ممتاز محدثین سے آپ کو اجازت حدیث حاصل تھی ۔۔حضرت شیخ رح، مفکر اسلام مولانا علی میاں ندوی رح(1913۔1999)، مولانا احمد علی لاجپوری سورتی مدظلہ وغیرہ سے آپ نے اجازت حدیث حاصل کی تھی ۔۔حضرت شیخ رح کو عالی سند حاصل کرنے کا بھی بڑا اہتمام رہتا تھا ۔۔چنانچہ زمانہ قریب کے مشہور محدث علامہ یاسین الفادانی رح سے اجازت حاصل نا کرنے پر آپ کو افسوس تھا چونکہ وہ بڑی عالی سند کے حامل تھے بعد میں آپ نے ان کے ایک شاگرد سے جاکر اجازت حاصل کی ۔۔ حضرت شیخ رح دینی مدارس و علمی مکاتب اور تحقیقی مراکز سے گہرا تعلق رکھتے تھے عالم اسلام کے مشہور ادارہ ، مرکز علم و ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے بھی آپ کا دیرینہ تعلق تھا ۔۔متعدد مرتبہ یہاں تشریف لائے اور طلبہ عظام کو نصائح حسنہ سے مستفید فرمایا۔۔ مفکر اسلام مولانا علی میاں ندوی رح سے تو آپ کو قلبی مناسبت تھی ۔۔ان کے خلوص ، للّٰہیت ، علم اور اخلاق کے قائل تھے اوراپنی مجلسوں میں بارہا ان کا ذکر خیر کرتے ۔۔ باوجود محدث کبیر ہونے کے آپ نے مولانا علی میاں ندوی رح سے درخواست کرکے اجازت حدیث بھی حاصل کی تھی اور اس کو اپنی نیک بختی سمجھا تھا ۔۔ندوۃ العلماء کے دیگر اساتذہ پر بھی آپ کی بڑی شفقتیں تھیں ۔۔مولانا علی میاں رح کے بعد مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی رح خلیفہ مفکر اسلام رح پر خصوصی شفقت فرمانے لگے تھے ۔۔ایک مرتبہ حرم شریف میں قلبی تقاضہ کے تحت از خود انہیں اجازت حدیث سے نوازا تھا۔اس شرف میں ان کے ساتھ مولانا سید بلال حسنی ندوی مدظلہ(1968) خلیفہ صوفی نفیس الحسینی رح و مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی مدظلہ(1971) خلیفہ صوفی نفیس رح وغیرہ بھی شریک تھے ۔۔

اساتذہ ندوہ میں استاذ العلماء مولانا عبدالقادر مظاہری ندوی گجراتی مدظلہ(1944) خلیفہ مرشدالامت ، مولانا مفتی زید مظاہری ندوی مدظلہ(1960) خلیفہ شیخ قمرالزماں الہ آبادی، مولانا عبدالسلام بھٹکلی مدظلہ(1976)، مولانا مفتی اسلم مظاہری
مدظلہ(1964) وغیرہ آپ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے ہیں جب کہ معروف محقق اور نوجوان عالم دین ، فن حدیث سے گہری مناسبت رکھنے والے ، عالی سند کے حامل استاذِ ندوۃ مولانا فیصل بھٹکلی مدظلہ(1975) نے آپ سے بڑا استفادہ کیا تھا ۔۔۔اگرچہ آپ باقاعدہ مظاہرعلوم کے طالب علم تو نہیں رہے لیکن وقتا فوقتا شیخ رح کی خدمت میں حاضر ہوکر فن حدیث کے دقائق و غوامض سے آگاہ ہوتے اور علمی گتھیاں سلجھاتے۔ ۔ حضرت شیخ رح کو بھی آپ سے خاص انسیت تھی ۔۔آپ کی تشریف آوری پر طبیعت کھل جاتی اور گھنٹوں بڑے انشراح کے ساتھ حدیث و متعلقات حدیث پر گفتگو فرماتے اور حاضرین کو علوم و معارف کے بیش بہا نوادر سے مالا مال فرماتے ۔۔ مولانا فیصل بھٹکلی مدظلہ نے ان تمام علمی مجالس کو افادہ عام کے خاطر مجالس محدث العصر کے نام کتابی شکل میں مرتب کیا جو محقق العصر مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی مدظلہ(1950) کے مقدمہ کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ ہوچکی ہے ۔۔۔اس کتاب کو پڑھ جایئے آپ کو جانبین کے درمیاں وہ گہرا تعلق نظر آئے گا جو صرف خاص لوگوں میں ہوتا ہے ۔۔مزید بر آں فیصل صاحب نے ان مجالس کی تحشیہ و تحقیق کا وہ گراں قدر کام انجام دیا ہے جس سے اس کتاب کی قدر و قیمیت دوبالا ہوگئی ہے۔۔فن حدیث سے شغف رکھنے والوں کو اسے ضرور دیکھنا چاہئے ۔۔شیخ یونس رح کی سیرت و کردار، افکار و نظریات، افادات اور ارشادات پر اب تک متعدد کتب شائع ہوچکی ہیں ۔۔ان میں بطور خاص ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا مفتی زید مظاہری مدظلہ کی نوادر الفقہ و نوادر الحدیث وغیرہ وغیرہ ۔۔

اسی طرح مولانا ایوب سورتی مدظلہ (1954)کی ترتیب کردہ کتب، سوانح پر ماہنامہ النصیحہ کا عدد ممتاز ، مظاہر علوم سہارنپور کا شیخ یونس نمبر ، فیضان اسلام کا شیخ یونس نمبر ، مولانا ڈاکٹر اکرم ندوی مدظلہ(1963) کی کتاب فکر یونس اور گجرات میں منعقدہ شیخ یونس سیمینار میں پیش کردہ مقالات کا مجموعہ بھی پر از معلومات اور تحقیقی ہے ۔۔حضرت شیخ رح جہاں ایک ممتاز محدث، باکمال معلم اور باصلاحیت عالم دین تھے وہیں وہ ایک خداترس، متبع سنت، روشن ضمیر ، شب بیدار بزرگ اور پیر طریقت تھے ۔۔تصوف و سلوک میں آپ کا بڑا مقام تھے ۔۔ عنفوان شباب ہی سے سنتوں سے عشق اور اتباع شریعت کا اہتمام رہا تھا۔۔اکابرین کے طریقہ پر چلتے ہوئے اصلاح نفس اور تزکیہ باطن کے لئے اپنے استاذ حضرت شیخ زکریا رح سے بیعت و ارادت کا تعلق قائم کیا اور کی زیرسرپرستی منازل سلوک طے کئے ۔۔اپنے اخلاص ، بے لوثی، بلند اخلاقی اور اتباع سنت کی وجہ سے بہت جلدی تمام مدارج تصوف طے کرکے مشیخت پر فائز ہوئے اور حضرت شیخ رح کی جانب سے اجازت و خلافت سے نوازے گئے ۔۔ان کے علاوہ آپ کو حضرت تھانوی رح کے جلیل القدر خلیفہ مولانا اسعد اللہ رامپوری رح ناظم مظاہر علوم سہارنپور(1897۔1979)سے بھی خلافت حاصل تھی ۔۔اللہ تعالی نے اس میدان میں بھی آپ سے خوب کام لیا ۔۔ملک و بیرون ملک کے ہزاروں لوگوں نے آپ سے بیعت و ارادت کا تعلق قائم کیا اور آپ کی ماتحتی میں سلوک کی تکمیل کی ۔۔ شیخ رح نے بھی کئی اہل لوگوں کو اللہ اللہ سکھانے کی اجازت دی ان میں مولانا غلام وستانوی مدظلہ(1950) سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی اسمعیل کاپودروی مدظلہ(1963)، مولانا قاری حبیب باندوی مدظلہ(1954) ناظم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ صدر ، مولانا مفتی عبید اللہ اسعدی مدظلہ(1952) صدر مفتی جامعہ عربیہ باندہ ، مولانا مفتی سید صالح سہارنپوری مدظلہ(1976) مفتی مظاہر علوم سہارنپور اور مولانا مفتی حسین احمد پانڈولی (1960) مدرسہ ناشر العلوم پانڈولی وغیرہ ہیں ۔۔۔ پوری زندگی قرآن و سنت کی قندیلیں روشن کرکے اور دین متین کی بےلوث خدمت کرکے آپ 12 جولائی 2017 میں دارفانی سے داربقا کی طرف منتقل ہوگئے ۔۔۔رحمہ اللہ و ادخلہ فی جنات و نعیم ۔۔ ۔۔۔

عبدالمالک بلندشہری

کارگزاری آل دیوبند مسابقہ خطابت

بقلم :-مولانا مہدی حسن عینی قاسمی
دیوبند اسلامک اکیڈمی کے ڈائریکٹر

آل دیوبند مسابقہ خطابت 2019 کا اختتام ،محمد سفیان مہاراشٹری بنے بیسٹ اسپیکر 2019

(دیوبند 10 مارچ)
دیوبند اسلامک اکیڈمی اینڈ ریسرچ سینٹر اور تنظیم ابنائے مدارس ویلفیئر ایجوکیشنل ٹرسٹ کی جانب سے گزشتہ دس دنوں سے جاری مرحلہ وار
آل دیوبند مسابقہ خطابت ۲۰۱۹ کا فائنل راؤنڈ گزشتہ شب پورے تزک و احتشام کے ساتھ محمود ہال دیوبند میں منعقد ہوا،
بعد نماز مغرب پہلی نشست کا آغاز ہوا جس کی صدارت مولانا سید محمد شاھد الحسینی مظاہری امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے فرمائی،
بطور مہمان خصوصی مولانا مفتی صالح الحسینی مظاہری مفتی جامعہ مظاہر علوم،
مولانا مفتی اسجد قاسمی ادیب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور نے شرکت کی،
اس نشست میں فائنل مرحلہ کے ٹاپ ٹین مساہمین کا مسابقہ ہوا جس میں جملہ مقررین نے اپنے اپنے موضوع پر سات سات منٹ کی تقریر کی،
حکمیت کے فرائض مفتی نجم الہدی رحیمی بستوی اور مولانا شفیق احمد سدھارتھ نگری نے انجام دیئے.
پروگرام کی دوسری نشست کا آغاز بعد نماز عشاء قومی کنونشن بعنوان **"موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں"** ہوا،

جس کی صدارت دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ اور مشہور ادیب و صاحب قلم مولانا نسیم اختر شاہ قیصر نے فرمائی،
بطور مہمان خصوصی مولانا سید محمد شاھد الحسینی سہارنپوری امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور،
مولانا مفتی ولی اللہ ولی قاسمی بستوی استاذ جامعہ مظاہر علوم وقف کے علاوہ ہندوستان کے مشاہیر علماء و دانشوران نے شرکت کی،
لبرلزم اور فکری ارتداد کے عنوان پر افتتاحی خطاب کرتے ہوئے مولانا شفیق احمد سدھارتھ نگری استاذ جامعہ شیخ الہند انجان شہید اعظم گڑھ نے کہا کہ عصر جدید کے فتنوں اور باطل نظریات کو سمجھنا،ان سے نمٹنے کے لئے جدید وسائل کا استعمال کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے،
ہمارے اکابرین نے ان اداروں کا قیام اسی مقصد سے کیا تھا تاکہ "ہم اسلام کے سچے سپاہی بنیں اور ہر فتنہ سے دین کا دفاع کریں،انہوں نے تفصیل سے لبرلزم کا تعارف کروایا اور اس عنوان پر سیر حاصل گفتگو کی،

دارالعلوم وقف دیوبند کے استاذ مولانا نوشاد نوری صاحب استاذ دارالعلوم وقف دیوبند نے "موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں"پر روشنی پر ڈالتے ہوئے شخصیت کی تعمیر کے بنیادی اصول بتائے اور مایوسی سے بچنے کی تلقین کی،
حکمت و بصیرت کے ساتھ جدید وسائل کے مثبت استعمال کی ترغیب دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ دنیا کو ہماری ضرورت ہے اور دنیا ہماری جانب نگاہ جمائے ہوئے ہے،ہمیں عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے ان کے مطابق اپنی شخصیت کی تعمیر کرنی ہوگی،دارالعلوم دیوبند کے مؤقر استاذ مولانا توقیر عالم صاحب کاندھلوی نے

موجودہ حالات پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ عصر جدید میں میڈیا اور فرقہ پرست طاقتیں اسلام کے خلاف پروپیگنڈوں کا انبار لگائے ہوئے ہیں،انہوں نے مختلف سروے رپورٹز کے ذریعہ طلباء کو بتایا کہ کس طرح اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا جاتا ہے،اقلیتوں پر کس طرح کے مظالم ڈھائے جاتے ہیں،انہوں نے طلباء سے عہد لیا کہ وہ ہر طرح کے حالات میں حکمت و بصیرت کے ساتھ اپنے اسلاف کے طریقہ پر چلتے ہوئے امت مسلمہ کی رہنمائی کریں گے.

جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند کے ناظم تعلیمات و استاذ حدیث مولانا فضیل ناصری صاحب نے مسابقہ کمیٹی کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس مسابقتی دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کے معیاری مسابقوں کا بار بار انعقاد کیا جائے،انہوں نے مقررین کو حدیث کی روشنی میں تلقین کی خطابت و صحافت کا مقصد تبلیغ دین و نشر اسلام ہونا چاہئے نا کہ خود نمائی اور نام و نمود کی نیت لے کر خطیب و صحافی بنا جائے.

بعد ازاں آل دیوبند مسابقہ خطابت ۲۰۱۹ کے نتائج کا اعلان کیا گیا جس میں اول پوزیشن مولوی محمد سفیان مہاراشٹری متعلم دارالعلوم دیوبند نے حاصل کی،جنہیں صدر محترم کے دست مبارک سے 5000 ہزار روپئے کی کتابیں،ایک ہزار نقد اور بیسٹ اسپیکر ایوارڈ 2019 سے نوازا گیا،دوسری پوزیشن مولوی دانش پرتاپگڑھی ریسرچ اسکالر دیوبند اسلامک اکیڈمی نے حاصل کی جنہیں 4000 ہزار روپئے کی کتابیں،آٹھ سو روپئے نقد اور سند سے نوازا گیا،
سوم پوزیشن مولوی محمد شاہ زیب حسن سیتامڑھی متعلم دارالعلوم دیوبند نے حاصل کی

جنہیں 3000 ہزار روپے کی کتابیں،چھ سو روپئے نقد اور سند سے نوازا گیا،
چوتھی پوزیشن مولوی محمد عاقل ہردوئی نے حاصل کی،جنہیں 2500 روپے کی کتابیں،پانچ سو روپئے نقد اور خصوصی سند سے نوازا گیا،
پانچویں پوزیشن مولوی محمد ارشد بجنوری نے حاصل کی جنہیں 2000 روپئے کی کتابیں، 500 روپئے نقد اور سند سے نوازا گیا،

ان کے علاوہ ٹاپ ٹین میں پہونچے دوسرے پانچ مساہمین محمد طارق انور سمستی پوری، تنزیل احمد ظہیری، مجاھد الاسلام دہلوی،
محمد قاسم بانکوی اور محمد اکرام بجنوری کو ایک ایک ہزار روپئے کی کتابیں اور خصوصی سند سے نوازا گیا،علاوہ ازیں پہلے مرحلہ کے 33 طلباء کو ڈیڑھ ڈیڑھ سو روپئے کی کتابیں،دوسرے مرحلہ کے 19 طلباء کو دو دو سو روپئے کتابیں اور تیسرے مرحلہ کے 9 طلباء کو چار چار سو روپئے کی کتابیں انعام میں دی گئی،

مسابقہ کے معاون اسپانسر پرائم ٹور اینڈ ٹریولز دہلی کے بانی مولانا سید حفظ القدیر ندوی کی جانب سے اول پوزیشن کا انعام دیا گیا،مولانا ابراہیم قاسمی بستوی سکریٹری جمعیت علماء سہارنپور کی جانب سے بھی ٹاپ ٹین کو خصوصی انعامات دیئے گئے.
اس موقعہ پر مسابقہ کمیٹی کے نگراں مولانا شمشیر قاسمی نے مسابقہ کی اہمیت و افادیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی. اور بشکل کتب انعامات دینے کی وجوہات بتائی.

قبل ازاں صدارتی خطاب کرتے ہوئے مولانا نسیم اختر شاہ قیصر استاذ دارالعلوم وقف دیوبند نے فرمایا کہ ہم اکابرین کا صرف نام ہی لیتے ہیں،

ضرورت ھیکہ اکابرین کے منہج ان کے خلوص اور ان اوصاف حمیدہ کو بھی اپنی زندگی میں اتاریں تبھی ہم خود کو انبیاء کا وارث کہلانے کے حقدار ہیں،
انہوں نے کہا کہ اس وقت ہماری جماعت میں کام کرنے والے افراد کا قحط ہے اس لئے افراد سازی ہمارا اولین فریضہ ہے.

اس موقعہ پر مہمان خصوصی مولانا سید محمد شاھد الحسینی کے ہاتھوں سے سال 2018 میں دیوبند کی سرزمین پر صحت و ہیلتھ کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دینے کے اعتراف میں دیوبند پالی کلینک کے چیئرمین ڈاکٹر عبد الحمید خان اور خواجہ غریب نواز فاؤنڈیشن کے بانی ڈاکٹر عثمان مسعود رمزی کو بیسٹ ڈاکٹر ایوارڈ 2018 سے نوازا گیا،

اسی کڑی میں مفتی نجم الہدی قاسمی رحیمی کو اپنے والد محترم مولانا عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمۃ کی سوانح مرتب کرنے پر بیسٹ آتھر ایوارڈ سے نوازا گیا،نوجوان قلمکار مولوی شعیب عالم مظفرنگری ریسرچ اسکالر شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کو **"دارالعلوم دیوبند اور علم حدیث"** نامی ضخیم کتاب مرتب کرنے پر بیسٹ ینگ رائٹر 2018 سے نوازا گیا.

اخیر میں پروگرام کے کنوینر اور دیوبند اسلامک اکیڈمی کے ڈائریکٹر مولانا مہدی حسن عینی قاسمی نے سبھی مہمانوں کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا.اس موقعہ پر مولانا عبدالمالک مغیثی ناظم جامعہ رحمت گھگھرولی سہارنپور،
مولانا سمیع الدین استاذ دارالعلوم وقف دیوبند،
مولانا عبدالملک بجنوری استاذ دارالعلوم دیوبند،مولانا خیر الہدی رحیمی دارالعلوم دیوبند،

مولانا صدر عالم قاسمی استاذ جامعۃ الشیخ حسین احمد دیوبند،جناب فیصل مہدی صاحب،جناب سہیل صدیقی صاحب،جناب عدیل صدیقی صاحب،جناب سلیم قدوائی صاحب،مولانا شاھد سیتاپوری،
مولانا اشرف صدیقی دیوبند،
مولانا قاری ناصر الدین مہتمم دارالعلوم صدیقیہ دیوبند،
مفتی یاسر قاسمی سمیت بڑی تعداد میں علماء و عمائدین شہر موجود رہے۔نظامت کے فرائض مولانا تنویر احمد سدھارتھ نگری،مولانا مرغوب الرحمان طیب قاسمی اور مولوی زبیر انصاری نے مشترکہ طور انجام دیا۔پروگرام کو کامیاب بنانے والوں مولانا اختر سیتاپوری،
حامد اختر شیروانی،عاصم طاہر اعظمی،مدثر اختر شیروانی،
عبدالحفیظ اعظمی کے علاوہ دیوبند اسلامک اکیڈمی کے فضلاء کا نمایاں کردار رہا۔
دیر رات صدر محترم کی دعاء پر کنونشن کا اختتام ہوا۔

حکمت کی باتیں

بقلم :- مولانا منصور احمد جونپوری
ممبر :- پاسبان علم و ادب

اللہ نے جسم انسانی کو آٹو میٹک سسٹم سے مزین فرمایا ہے علم الابدان کے ماہرین (حکماء)فرماتے ہیں کہ جسم حیوانی اپنے مضرت رساں فضلات کو قدرتی طور پر باہر نکال دیتا ہے اور اگر کسی عارض کی بنا پر ایسے مادے باہر نہ نکلیں تو جسم کو بہت خطرناک عوارض لاحق ہونے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے

ہم میں جو شخص بھی اگر " *وفی انفسکم افلا تبصرون* پر عمل کرے گا تو اسے خود اللہ کی اس عظیم نعمت کا ادراک ہوجائے گا!!!

چنانچہ جسم انسانی کو نقصان پہنچانے والے کچھ فضلات سبیلین سے خارج ہوجاتے ہیں طبعی تقاضہ ہونے پر ان مادوں

کو روکنے عادت بنالینا مہلک ثابت ہوسکتا ہے!!!

اسکے علاوہ بہت سے مادے غیر سبیلین سے بھی خارج ہوتے ہیں مثلا کھالوں، بالوں کے مسامات سے نکلنے والے فضلات ان میں کچھ ہمیں نظر آتے ہیں جیسے پسینہ اور بعض نظر نہیں آتے جیسے جسمانی بخارات وغیرہ

ان مادوں کے خروج میں بھی حائل نہیں ہونا چاہئے

مثلا گرمی سے بچنے کیلئے اچانک a. C روم میں آنا، یاسردی کے موسم میں ہمبستری کے بعد بدن سے بلینکٹ وغیرہ ہٹادینا بھی خطرناک ہے

اپنے معمولات سنت کے مطابق پورے کریں، نیچرل ماحول کا عادی بنائیں، صفائی کا خیال رکھیں

والسلام منصور احمد جونپوری

خدا بھی ہونے کے کیا کیا ثبوت دیتا ہے

بقلم :- مولانا محفوظ احمد مئوی
حال مقیم :- ریاض سعودی عرب

(والد ماجدؒ کی یاد میں۔ وفات 12مارچ 2013)

چھ سال کی مدت گذرنے سے پہلے ایسا لگتا ہے کہ کیسے گذرے گی لیکن گذر جانے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کتنی جلدی گذر گئی۔ آج 12مارچ 2018ء کی تاریخ میرے لئے ایک ایسی تاریخ ہے جس میں دنیا کا سب سے بڑا سایہ ہمیشہ کے لیے میرے سر سے اٹھ گیا۔ اسی تاریخ کو میرے والد ماجد کا ناگہانی طور پر میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد ایسا لگتا ہے کہ اب میری خوشیوں پر خوش ہونے والا کوئی باقی رہا نہ ہی میری پریشانیوں پر پریشان ہونے والا۔ اُس موقع پر میں نے ایک تحریر لکھی تھی جو آپ کی خدمت میں بھی پیش ہے تاکہ آپ بھی ہمارے والد مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

مارچ کی 11 تاریخ تھی ، پیر کا دن تھا ، گھڑی اس وقت صبح کے دس بجا رہی تھی، سورج کی شعائیں چاروں طرف پھیل چکی تھیں، لوگ بستر استراحت سے فراغت کے بعد ایک نئے جذبے اور نئے ولولے کے ساتھ دختران مادر ایام کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو رہے تھے، زیادہ تر لوگ اپنی اپنی آفسز کو پہنچ چکے تھے اور کچھ لوگ ابھی تیاریوں میں مشغول تھے، مجھے بھی ابھی آفس پہنچے ہوئے تقریبا ایک گھنٹہ گذرا تھا اور حسب معمول روز مرہ کی مشغولیات میں مشغول ہو گیا تھا کہ اچانک موبائل کی گھنٹی

بج اٹھی، دیکھا تو گھر کے نمبر سے فون تھا، خلاف معمول گھر کے نمبر سے فون اور موبائل کی گھنٹی کا تسلسل کے ساتھ بجنا اس بات کی واضح علامت تھی کہ اہل خانہ ابھی اور اسی وقت بات کرنے کے خواہاں اور متمنی ہیں۔ قبل اس کے کہ فون کر کے حقیقت حال معلوم کروں طرح طرح کے مثبت اور منفی خیالات ذہن کی اسکرین پر نمودار ہونے لگے ، کبھی تو خیال آیا کہ شاید یومیہ احوال و کوائف سے آگہی کے لئے انہوں نے فون کرنے کی زحمت گوارہ کر لی لیکن معا ہی یہ خیال باطل ہو گیا کیوں کہ ضرورت اشد کے بغیر آفس کے اوقات میں وہ لوگ فون کرنے سے اجتناب کرتے ہیں ، کبھی خیال آیا کہ اس بے وقت فون کا محرک لا سمح اللہ کوئی منفی واقعہ تو نہیں ہے ۔ گویا میں اسی ادھیڑ و بن میں مبتلاء تھا اور تفکرات و خیالات کے سمندر میں ایک طغیانی کی سی کیفیت پیدا ہوتی جارہی تھی چنانچہ فورا اپنے ٹیبل سے کنارہ کشی اختیار کر کال ریسیو کیا تو ادھر سے آواز آئی ،

السلام علیکم!بابو میں آپ کا ماموں عمران بول رہا ہوں۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، جی ماموں! خیریت ہے ؟ آپ اس وقت کہاں ہیں؟ ہمارے گھر کے نمبر سے فون کر رہے ہیں؟ وہ بھی بے وقت؟ میں نے تھوڑا استعجاب کے ساتھ ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ جی بابو! بات ہی کچھ ایسی ہے، آپ کے ابو کی طبیعت سخت خراب ہے۔۔۔۔ کیا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے، ابھی تو رات میں ابو سے میری تفصیلی گفتگو ہوئی ہے اور انہوں نے تعمیری کام کے سلسلے میں تمام تفصیلات مجھے بتائی ہیں،

میں نے قدرے استعجاب اور گھبراہٹ کے ساتھ پوچھا۔ اس کے بعد ماموں انتہائی درد بھرے انداز میں اپنے لرزہ بر اندام ہونٹوں سے مجھے تفصیلات سنا رہے تھے۔۔۔

آج صبح مزدوروں کی نگرانی کرتے ہوئے جب وہ چھت کی جالی(open sky) کے پاس سے گذر رہے تھے جو کسی ضرورت کے تحت کھولی گئی تھی تو راستہ میں پڑی کسی چیز میں ان کا پیر الجھ گیا اور بلا اختیار وہ جالی سے نیچے زمین پر گرگئے۔ ان کے دماغ کے حصہ میں شدید چوٹ آ گئی ۔ فورا فیملی ڈاکٹر کو بلایا گیا، انہوں نےFirst Aidکے بعد مقامی ہاسپیٹل منتقل کرنے کا مشورہ دیا۔

منتقلی کے بعدصورت حال کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے وہاں کے ڈاکٹر زنے فورا شہر اعظم گڑھ کےVedantaنامی ایک بڑے ہاسپیٹل میں منتقل کر دیاجہاں ان کو انتہائی نگہداشت والے شعبہ(ICU)میںVentilatorپر رکھا گیاہے۔ لوگوں کے مشورہ کے مطابق اگر آپ آجائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے مزید کہا کہ فون آپ اپنے کسی دوست کو دیدیں تاکہ میں انہیں بھی تفصیل بتا سکوں۔ اتنا سننا تھا کہ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ بات شاید ابو کی ناگفتہ بہ حالت سے آگے بڑھ کر کسی اور مرحلہ میں پہنچ چکی ہے جو ماموں فون پر مجھ سے ظاہر نہیں کرنا چاہ رہے ہیں۔

میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور فون اپنے ایک دوست کو دے دیا، بات کرنے کے بعد وہ سیدھےTicketing department گئے اورFirst available flightسے میرے لئے ایک ٹکٹ جاری کرنے کا مشورہ دیا۔Ticketing departمیں ان کا جانا میرے شبہہ کو مزید یقین کا درجہ دینے لگا لیکن واپس آکر انہوں نے بھی وہی بات دہرائی جو ماموں نے مجھ سے کہی تھی۔

ماموں کی یہ باتیں سن کر سر چکرانے لگا اور طبیعت کے اندر ایک بھونچال سا پیدا ہو گیا۔

اپنے پردۂ سماعت پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ کل جس ابو نے اتنی دیر تک باتیں کی تھیں آج ان کی حالت کچھ ایسی بھی ہو سکتی ہے۔ کاش کہ جو میں سن رہا ہوں وہ غلط ہوتا، ان کا حقیقت سے تعلق نہ ہوتا اور میرا عدم یقین صحیح ثابت ہو جاتا لیکن یہ ایک واقعہ تھا جو ہو چکا تھا اور اس پر یقین کرنا اب ہماری مجبوری تھی۔

چنانچہ فوراExit ReEntry کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد شام چھ بجے کی پرواز سے ممبئی کے لئے روانہ ہو گیا اور ہندوستانی وقت کے مطابق رات کے ساڑھے بارہ بجے میں ممبئی ایر پورٹ پر اتر گیالیکن وارانسی کے کے لئے میری اگلی فلائٹ صبح کے نو بجے تھی چنانچہ ساڑھے آٹھ گھنٹے کا یہ وقفہ ایر پورٹ کی کرسیوں پر ہی بیٹھ کر گذارنا پڑا۔

جس وقت میں ممبئی ایر پورٹ کی کرسیوں پر بیٹھااپنی اگلی فلائٹ کا انتظار کر رہا تھا اس وقت طرح طرح کے خیالات ذہن کی اسکرین پر نمودار ہورہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ تقدیر کے بنانے والے اس قادر مطلق نے انسان کی زندگی میں کیسی کیسی تقدیریں مقدر کی ہیں کہ کبھی تو فرحت و شادمانی کا موقع میسر کر جمیع اہل خانہ کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دیتا ہے تو کبھی اپنی نعمت عطائی کا ایک لخت ازالہ کر زیست کے لمحات کو ضیق اور تنگ بنا دیتا ہے۔ کبھی اپنی نعمت غیر مترقبہ عطا کر اپنے مختار کل ہونے کی دلیل پیش کرتا ہے تو کبھی ان نعمتوں کو ہم سے چھین کر اپنی قوت خدائی کا ثبوت پیش کر دیتا ہے۔

میں انہیں خیالات کے بحر بے کراں اورموج تلاطم میں دیر اور بہت دیر تک غوطہ زن رہا اور جب ان موجوں کے تھپیڑوں سے باہر نکلا تو ایک بار پھر محسوس ہوا کہ دل و دماغ کے ساتھ ساتھ جسم ناتواں بھی مشلول ہو گیا ہے اور سوچنے، سمجھنے،

اور نقل و حرکت کی ساری توانائی صلب کر لی گئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ کبھی حیران و پریشان موبائل نکال کر اپنے بزرگوں کو فون کرتا اور ان سے دعا کی درخواست کرتا تو کبھی بے اختیار ہو کر خود بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہو جاتا کہ رب ذوالجلال تیرے قبضۂ و قدرت سے کوئی چیز ماوراء نہیں ہے ، تو ایک بار میرے والد کی صحت کو لوٹا دے ۔

انہیں حالات کے اندر ایر پورٹ کے گہما گہمی ماحول میں جب وہاں کے مسافروں پر نظر پڑتی جن میں کوئی تیزی کے ساتھ ایک طرف سے دوسری طرف بھاگ رہا ہوتا تو کوئی ٹرالی پر اپنا سامان رکھے اپنی فلائٹ کی طرف بڑھ رہا ہوتا ، کوئی ہنستے ہوئے اپنے اعزۂ و اقارب کو فون کر رہا ہوتا کہ میں ممبئی ایرپورٹ پر آ گیا ہوں اور دوپہر کا کھانا ایک ساتھ کھائیں گے تو کوئی اپنے دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں مشغول ہوتا، یہ دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ ۔۔۔ **جہاں بجتی ہے شہنائی وہیں ماتم بھی ہوتا ہے۔**

ایر پورٹ کی رونق ، لوگوں کی چہل پہل، وہاں کا رنگ برنگ اور خوشنما منظر سب کچھ میری نگاہوں میں تاریک ہو چکا تھا اور چاروں طرف مجھے صرف اور صرف اندھیرا ہی دکھائی دے رہا تھا۔ جذبات کا یہ عالم تھا کہ دل چاہتا تھا کہ ابھی اور اسی وقت اڑ کر اعظم گڑھ کو پہنچ جاؤں لیکن یہ کیوں کر ممکن ہو اور ہوتا بھی کیسے کہ اُس خالق کائنات نے اِس مجبور محض انسان کی بساط سے اس چیز کو بالکل ماوراء رکھا ہے۔ خدا خدا کر کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ایرپورٹ کے عملہ کی جانب سے اعلان ہونا شروع ہوا کہ Air India کی فلائٹ نمبر AI 695 بالکل تیار ہے ، مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی نشست پر تشریف لائیں۔ میں بھی نڈھال جسم و لڑکھڑاتے قدموں سے

چل کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا اور دو گھنٹے کی پرواز کے بعد ہمیں وارانسی ایرپورٹ پر اتار دیا گیا۔ وہاں سے ٹیکسی کے ذریعہ اعظم گڑھ پہنچا اور سیدھے ہاسپٹل کا رخ کیا۔ ہاسپٹل پہنچ کر دیکھا کہ خورد و کلاں کا ایک جم غفیر وہاں موجود ہے اور سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ دیکھ کر یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ابو کی حالت شاید اور نازک ہو گئی ہے اور وہاں پر موجود سن رسیدہ افراد نے محسوس کر لیا ہے کہ اس حادثہ جانکاہ سے نبرد آزمائی مریض مرحوم کے لئے شاید ناممکن کی حد تک پہنچ چکی ہے۔

مجھے سیدھے وینٹیلیٹر روم میں لے جایا گیا جہاں پر والد مرحوم کو وینٹیلیٹر مشین پر رکھا گیا تھا۔ دیکھ کر سینہ فرط جذبات سے بھر گیا اور بے ساختہ ان کی پیشانی کو چوم لیا پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کانپتے ہوئے ہاتھوں اور کپکپاتے ہوئے ہونٹھوں سے دیر تک دل ہی دل میں دعا مانگتا رہا کہ یا رب کریم تو تو ہر چیز پر قادر ہے، تیری طاقت تو وہ ہے جس کی نہ حد ہے نہ حساب، تو تو مردوں کو بھی زندہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے، تو چاہے تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ایک بار اپنا کرشمہ دکھا کر میرے والد کی زندگی کو لوٹا دے۔

کچھ دیر بعد وہاں سے باہر آیا تو جس خدشہ سے دوچار تھا وہی ہوا اور لوگوں نے بتایا کہ ڈاکٹرز نے اپنے آپ کو سرینڈر کر دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ اب آپ لوگ چاہیں تو یہیں انتظار کریں یا گھر لے جائیں۔ اب ان کی زندگی کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔ بزرگوں سے مشورہ کے بعد طے ہوا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا سے بہتر ہے کہ اطمینان قلب اور تشفیٔ جاں کے لئے کہیں اور لے کر چلا جائے چنانچہ Life Line کے ایک دوسرے Neurologist کے پاس لے جایا گیا۔

لائف لائن جاتے ہوئے ایمبولنس میں ابو کے سر کے پاس بیٹھا میں سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دعائیں کر رہا تھا۔ تقریباً بیس منٹ بعد ہم لائف لائن پہنچ گئے اور آنا فانا ڈاکٹر کے سامنے پیش کیا گیا لیکن اپنے آلہ کار سے چیک کرنے کے بعد ڈاکٹر نے افسوس کے ساتھ کہا کہ مریض کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے اور اِنہوں نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اتنا سننا تھا کہ اپنے بڑے بھائی کے علاوہ جو کہ بغرض ملازمت ہندوستان سے باہر موجود ہیں، ہم بھائیوں اور ماموں کے صبر کا بندھن ٹوٹ پڑا اور بے اختیار رونا آ گیا۔ بذات خود غم سے نڈھال ہونے کے باوجود ہر ایک دوسرے کو تسلی دے رہا تھا اور دوسروں کی دل جوئی کے لئے اپنا غم چھپانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کب تلک! کب تلک اس جھوٹی تسلی سے کام چلتا؟ کب تلک اس تسلئ بے جا سے اپنے غم کو چھپایا جاتا؟ کب تلک ایک دوسرے کو دھوکہ دیا جاتا؟ بالآخر ہر ایک کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا اور ایک دوسرے کو پکڑ کر بے ساختہ بآواز بلند رو پڑے۔ پانچ دس منٹ کے اُس ماحول کی عکاسی کرنے کے لئے الفاظ میرا ساتھ دینے سے قاصر ہیں۔ بالآخر اُسی کم مائیگی و بے مائیگی کی حالت میں اپنے والد عزیز کی نعش عزیز کو لے کر گھر واپس لوٹے۔ گھر کیا لوٹنا تھا کہ وہاں کہرام بپا ہو گیا۔ اس حادثہ فاجعہ اور خلاف توقع موت پر زائرین و تعزیت کرنے والوں کا ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ عورتوں کے ہجوم میں جا کر والدہ محترمہ اور عزیزہ ہمشیرہ کے بیچ بیٹھ کر دیر تک تسلی کے کلمات بولتا رہا۔ آخر کار وہ وقت آ ہی گیا جب تجہیز و تکفین کے مرحلہ سے فراغت کے بعد دیگر لوگوں کی معیت میں اپنے ہی کندھوں پر اور اپنے ہی ہاتھوں اپنے والد محترم کو قبرستان پہنچایا،

نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں اللہ کے حوالہ کر واپس آ گیا۔ قبر کی لحد میں رکھ کر جب ابو محترم کے رخ سے کفن کے کپڑے کو تھوڑا ہٹا کر قبلہ رخ کیا تو بے ساختہ زبان حال سے یہ کلمات جاری ہو گئے کہ ابا جان اب آپ اللہ رب العزت کے پاک دربار میں حاضر ہو رہے ہیں جو کہ پیارے حبیب کے ایک پیارے امتی کی زندگی کا اصل منشأ ہے۔ ہم نے اب آپ کو اللہ کے حوالہ کر دیا۔ اللہ آپ کو ہر طرح سے خوش رکھے۔ ہمارا بھی وقت متعین جب پورا ہو جائیگا تو آپ سے ان شاء اللہ ملاقات ہوگی۔ اللہ حافظ ۔ اللہ حافظ۔ اللہ حافظ۔۔۔ **آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے**

اے اللہ ! تونے ہمارے والد کا اتنا ہی وقت مقرر کیا تھا۔ اسی محدود مدت کے لئے ہمیں ہمارے اباجان سے نوازا تھا۔ وہ تیری چیز تھی جو تونے ہمیں عارضی طور پر عطا کیا تھا۔جب اس کا وقت موعود پورا ہو گیا تو تونے ہم سے واپس لے لیااور ہم نے ان کو تیرے حوالہ کر دیا۔ہم اس کو بہ سرو چشم قبول کرتے ہیں اور تیرے ہر فیصلہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ بس اب تجھ سے اتنی سی دعاء ہے کہ جیسے تونے ہمارے ابو کو اس دنیا میں عزت سے سرفراز کیا تھا اس سے کہیں زیادہ آخرت میں سرفراز کر۔ رَوح ریحان کی کھڑکیاں ان کے لئے کھول دے اور کل بروز محشر جب وہ اٹھیں تو ان کو اپنا قرب خاص عطا فرما جو کہ ایک مومن کی زندگی کا ماحصل ہے۔

والد صاحب کوئی عالم دین تو نہیں تھے لیکن دینی کتابوں کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا کرتے تھے ۔ کسی بھی مسئلہ میں جب تک تشفی بخش اطمینان نہیں ہوجاتا علماء کرام سے رجوع فرماتے رہتے یہاں تک کہ شرح صدر ہو جائے۔ وہ کوئی سیاسی انسان تھے نہ ہی کسی خاص سیاسی پارٹی سے کوئی تعلق تھا لیکن ان کے انتقال پر مسلم، غیر مسلم ، سیاسی اور غیر سیاسی لوگوں کا ایک ازدحام دیکھنے میں آیا۔ میرے لئے یہ پہلا موقع تھا جب قبرستان میں جنازہ کے ساتھ غیر مسلم حضرات کو بھی موجود پایا اور حاضرین کے مطابق ہمارے گاؤں کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کبھی دیکھنے کو نہیں آیا ہے۔ ان کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرنے کے لئے ایک مکمل کتاب درکار ہے۔

میں کبھی کبھی یہ سوچ کر کانپ جاتا تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب ہمارے والدین اس دنیا میں نہیں ہونگے لیکن کسے معلوم تھا کہ وقت کے مضبوط بازو اتنی جلد اور اچانک ہماری چوکھٹ کو پھلانگ کر اندر داخل ہوں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے والد کو ہمیشہ کے لئے ہم سے اچک لیں گے۔ والدین کا سایہ اللہ کی عطا کردہ کتنی بڑی نعمت ہے اس کا اندازہ صرف انہیں لوگوں کے لئے ممکن ہے جو اس سایۂ عاطفت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو چکے ہیں۔ قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جن کے والدین کی شفقت تا ہنوز انہیں سایہ فگن کئے ہوئے ہے۔ اس لئے ان کو غنیمت شمار کیجئے اور ان کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریئے۔

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر. زاں پیشتر کی بانگ بر آید فلاں نماند

نوٹ:۔

بفضل باری تعالی والدہ محترمہ ابھی بقید حیات ہیں اور ان کی نیک خواہشات و قیمتی دعائیں ان کی تمام اولاد کے اوپر سائے کی طرح منڈلاتی رہتی ہیں لیکن والد محترم کی وفات کے بعدبلڈ پریشر اور شوگر کے ساتھ ساتھ مختلف طرح کی بیماریوں سے دوچار ہو گئی ہیں۔ اللہ انہیں صحت و تندرستی عطا فرمائے اوران کے سایۂ محبت کو دراز سے دراز تر فرمائے۔

الھم ارحمنی وارحم والدی ووالد والدی والمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات۔

الیکشن اور رمضان

بقلم :- مولانا صابر القاسمی صاحب
جامعہ فیض عام دیو گاؤں، اعظم گڑھ

پارلیمانی انتخابات کے چند مرحلے کچھ علاقوں میں رمضان المبارک میں پڑ رہے ہیں اور نتائج کا اعلان تو رمضان میں ہی ہوگا، بعض لوگوں کی طرف سے اس پر اعتراض جتایا جارہا ہے اور متعینہ تاریخ میں ردوبدل کی مانگ کی جارہی ہے، رمضان کی وجہ سے الیکشن کی تاریخ میں تبدیلی کا مطالبہ مناسب نہیں معلوم ہو رہا ہے،رمضان میں مسلمان اوقات میں جزوی تبدیلی کے ساتھ اور مہینوں سے زیادہ کام کرتے ہیں، عبادت میں اضافہ ہوجاتا ہے، خرید وفروخت میں مشغولی بڑھ جاتی ہے، خریداریاں خوب ہوتی ہیں اور پکوان میں بھی بڑھوتری کردی جاتی ہے، پولنگ بوتھ پر جانا اور اپنا ایک ووٹ ڈالنا یہ کونسا ایسا کام ہے جو مسلمان نہیں کرسکتا یا اسکے کرنے میں اسے کوءی دشواری ہو؟ رمضان میں ہمارے اسلاف نے باطل کے پنجوں کو مروڑا ہے، ظالموں کو ظلم سے روکا ہے اور میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے ہیں، کیا ہم ایک ووٹ بھی نہیں ڈال سکتے؟ اس طرح کا مطالبہ کر کے میں سمجھتا ہوں اپنے آپ کو کمزور، ناتواں اور غیر ذمہ دار باور کرانا ہے۔

صابر القاسمی، جامعہ فیض عام دیو گاؤں، اعظم گڑھ

میت کو غسل دینے کا طریقہ

بقلم :- مولانا محمد انور داؤدی
ایڈیٹر "روشنی" اعظم گڈھ

جس تختہ یا چوکی پر غسل دینا ہو پہلے اسے تین، پانچ یا سات مرتبہ لوبان وغیرہ سے دھونی دے دیں (چاروں کونہ اور بیچ میں ، یہ ضروری بھی نہیں)

مردہ کو چوکی پر قبلہ کی طرف رخ کر کے لٹا دیں یا جیسے آسانی ہو لٹا دیں
(سر دکھن، پیر اتر)
اور بدن کے سارے کپڑے قینچی وغیرہ سے کاٹ کر نکال دیں اور کوئی لنگی وغیرہ پہنا کر ستر ڈھانک دیں-

اب بائیں ہاتھ میں دستانہ پہن لیں
(کفن میں دستانہ رہتا ہے)
اور مٹی کے تین یا پانچ چھوٹے چھوٹے ڈھیلے دستانے والے ہاتھ میں لیکر میت کو استنجا کرا دیں یعنی پیشاب کے مقام پر ہاتھ سے پھرا دیں-

اسکے بعد وضو کرائیں لیکن مردہ کا وضو زندوں جیسا نہیں کرانا ہے
یعنی نہ گٹے تک ہاتھ دھلیں، نہ کلی اور نا ہی ناک میں پانی ڈالیں
البتہ روئی وغیرہ تر کر کے ہونٹوں، دانتوں،
مسوڑھوں اور ناک کے سوراخوں میں پھیر دیں

اور اگر میت جنبی یا حائضہ ہو تو منہ اور ناک میں روئی پھیرنے کا اہتمام زیادہ کریں ، پھر ناک، منہ اور کانوں کے سوراخوں میں روئی رکھ دیں تا کہ وضوو غسل کراتے ہوئے پانی اندر نہ جائے
(بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک میت کو کلی کرا کے اور ناک میں پانی دے کر وضو کرانا ہے)

روئی رکھنے کے بعد
پہلے پورا چہرہ دھلیں
پھر دایاں ہاتھ
پھر بایاں ہاتھ (کہنی تک)
پھر سر کا مسح کریں
اسکے بعد دونوں پاؤں ٹخنے تک دھوئیں
وضو مکمل ہو گیا

اب داڑھی و سر کے بالوں کو صابن ،گُلِ خیرو یا کھلی وغیرہ سے خوب اچھی طرح مل کر دھوئیں

پھر مردے کو آہستہ آہستہ بائیں کروٹ کر دیں
اور بیری کے پتوں میں پکائے ہوئے پانی یا سادہ ہلکا گرم پانی سے دائیں جانب سے تین مرتبہ اوپر سے نیچے تک اچھی طرح پانی بہائیں اور ذرا جھٹکے سے بہائیں تا کہ پتی یا صابن وغیرہ پانی کیساتھ بہہ جائے

پھر مردے کو داہنی کروٹ پر لٹادیں
اور بائیں جانب پہلے کی طرح اوپر سے نیچے تین مرتبہ پانی بہائیں اور پانی ڈالتے ہوئے
پوران بدن بھی اچھی طرح ملیں، صابن بھی لگا سکتے ہیں

اسکے بعد میت کو اپنے پیر یا ہاتھ پر ٹیک لگا کر تھوڑا بیٹھانے کے
قریب کر دیں اور آہستہ آہستہ پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف سہلائیں اگر کچھ نجاست
نکلے تو اسکو پونچھ لیں
پھر سے وضو یا غسل کرانے کی ضرورت نہیں ہے

اور اگر کافور ملا ہوا پانی ہے تو اب میت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کافور ملا ہوا پانی سر سے پاؤں
تک تین دفعہ بہادیں
غسل مکمل ہو گیا
پانی کو تولیہ وغیرہ سے پونچھ لیں
(یہ غسل کا مسنون طریقہ ہے اگر کوئی اس طرح نہ کرے بلکہ پورے بدن پر پانی
بہادے تب بھی فرض ادا ہو جائے گا

صاحب تحریر کی کتاب *"دینی مسائل "*
سے ماخوذ

Mdanwardaudi@gmail.com

8853777798

نیوزی لینڈ: پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بقلم :- ڈاکٹر سلیم صاحب
ممبر :- پاسبان علم و ادب

تہذیبی سطح پر پوری دنیا نے منو سمرتی کا ورن آشرم کو تسلیم کرلیا ہے۔ اس میں سب سے اوپر یوروپی تہذیب ہے جو ہر قسم کے عیب سے پاک صاف سمجھی جاتی ہے۔وہاں پر حملہ آور کو(بشرطیکہ وہ مسلم نہ ہو) پاگل قرار دے کر ہمدردی کا مستحق سمجھا جاتا ہے ۔ سزا دینے کے بجائے اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد چینی آتے ہیں جو کبھی کبھار ڈھکے چھپے انداز تنقید کا نشانہ بنتے ۔ برما یا چین میں تشدد کو نہ توبودھ مت یا اشتراکیت سے نہیں جوڑا جاتا۔ ہندوستانی تہذیب تیسرے نمبر پر ہے ۔ اس کی زبانی مذمت تو ہوتی ہے لیکن اس کے خلاف کسی عملی اقدام کا تصور بھی نہیں کیا جاتا۔ سب سے نیچے مسلمان اور ان کی اسلامی تہذیب ہے ۔ ساری دنیا میں برپا فتنہ و فساد کو بے دریغ اس سے جوڑ دیا جاتا ہے اور اس پر ہر قسم کا اقدام جائزو مستحب سمجھا جاتا ہے۔ عصر حاضر کا یہ عظیم نفاق ہے کہ امریکی دہشت گردی کو سراہا جاتا ہے ۔ چین کے مسلمانوں کی تعذیب کو نظر انداز کیا جاتاہے۔ ہندوستان پر زبانی جمع خرچ پر اکتفاء کیا جاتا ہے مگر مسلم ممالک مثلاً عراق ولیبیا پر فوج کشی سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔

نیوزی لینڈ کے اندر وقوع پذیر ہونے والے سانحہ کو اس تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

نیوزی لینڈ گو کہ جغرافیائی اعتبار سے یوروپ میں نہیں ہے لیکن وہ پوری طرح مغربی تہذیب کا علمبردار ملک ہے۔ کرائسٹ چرچ کی دو مسجدوں پر ہوئے دہشت گردانہ حملہ میں ۴۰ اہل ایمان شہید ہوگئے اور ۲۰ لوگوں کی حالت انتہائی سنگین ہے۔

رب ذوالجلال اس سانحہ میں شہید ہونے والوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم جیسنڈا آرڈرن اس خبر کی تصدیق کرچکے ہیں لیکن اس کے ساتھ مذمت یا نہ رنج و غم کا اظہار نظر نہیں آیا۔ نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم جیسنڈا نے چار مشتبہ لوگوں کو گرفتار کرنے کی خبر دے کر بڑا احسان کیا ہے۔ ایک ایسے قاتل کو جس نے فیس بک اپنی شناخت اور شواہد دونوں رکھ چھوڑے ہیں کیامشتبہ قرار دینا مضحکہ خیز نہیں ہے۔

آسٹریلیا کے وزیر اعظم اسکاٹ ماریسن نے بھی تسلیم کیا ہے کہ "گولی باری کے بعد نیوزی لینڈ میں جو چار لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان میں سے ایک آسٹریلیائی باشندہ ہے۔" بقیہ لوگوں کی تفصیلات کو ذرائع ابلاغ سے کیوں پوشیدہ رکھا جارہا ہے؟ اس سوال کا جواب کوئی نہیں جانتا۔

میڈیا کے مطابق یہ حملہ ایسے وقت میں ہوا جب نمازِ جمعہ کی تیاری چل رہی تھی، اس لیے دونوں مساجد کے اندرکافی تعداد میں نمازی موجود تھے۔ النور مسجد کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ جب حملہ آور اخعدکار ہتھیار لے کر داخل ہوا تو وہاں کم و بیش ۲۰۰ لوگ تھے۔ حملہ آور کے تعلق سے بتا گیا کہ وہ ۲۸سالہ آسٹریلوی شہری ہے۔ حملہ آور برینٹن ٹیرینٹ نے اس اندوہناک واقعہ کا لائیو ویڈیو اپنے فیس بک صفحہ پر چلاکر راجسمند کے شمبھوناتھ ریگر کو بھی مات دے دی۔

سوال یہ ہے کہ ان سفاک قاتلوں کا حوصلہ اس قدر بلند کیسے ہوجاتا ہے؟ اس کا جواب شمبھوناتھ جیسے لوگوں کے ساتھ عوام اور انتظامیہ کے سلوک میں پوشیدہ ہے

شمبھوناتھ کے لیے علی الاعلان چندہ جمع کیا گیا۔ عدالت کے سامنے مظاہرہ ہوااور اسے انتخاب لڑانے تک کی بات کی گئی۔ افرازل کے قاتل نے جودھپور کی سینٹرل جیل سے دو اشتعال انگیز ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل کرکے ثابت کردیا کہ وہ کس عیش کی زندگی گزار رہا ہے۔ اس نے ویڈیو میں قتل کا خطر جتانے کے بعد کہا کہ اسے اپنی درندگی پر کوئی ندامت نہیں ہے۔

برینٹن ٹیرینٹ نے فیس بک پر لائیو اپنا نام بتاکر تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی پیدائش آسٹریلیا میں ہوئی ہے۔ النور مسجد کے باہر گاڑی پارک کرنے کے بعد اس نے لائیو اسٹریمینگ شروع کی جو ۱۷ منٹ تک جاری رہی ۔ اس ویڈیو میں اس کو ڈھیر سارے ہتھیار اور دھماکہ خیز اشی کے ساتھ گاڑی میں آگے کی سیٹ پر دیکھا جاسکتا ہے ۔ اس کے پاس پٹرول کے کنستر بھی نظر آتے ہیں ۔ گاڑی سے اترتے ہی وہ مسجد کے دروازے پر فائرنگ شروع کردیتا ہے اور تابڑ توڑ گولیاں برسانے لگتا ہے

لیکن سوال یہ ہے ۱۷ منٹ تک یہ اسٹریمنگ جاری کیسے رہی؟ جن لوگوں منٹوں کے اندر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ تورہ بورہ کی پہاڑیوں میں کون مٹھائی بانٹ رہا ہے اور خوشیاں منارہا ہے وہ اسے روک کیوں نہیں پائے؟ اس اسٹریمنگ کو دیکھنے والوں میں سے کسی ایک نے بھی اتنی دیر تک پولس کو اطلاع کیوں نہیں دی؟ یا انتظامیہ خود چاہتا تھا کہ یہ مناظر دنیا بھر میں پھیلا کر مسلمانوں کو دہشت زدہ کیا جائے؟ اب آگے یہ دیکھنا ہوگا کہ برینٹن کو کیفر کردار تک پہنچنے سے بچانے کے لیے یوروپی دانشور کیسی کیسی موشگافیاں کرتے ہیں؟

اس طرح کی دہشت گردی کو حکومت کی در پردہ حمایت حاصل ہوتی ہے۔

ہندوستان کے اندر ہجومی تشدد کے قاتلوں کو مختلف حیلوں بہانوں سے بچایا جاتا ہے۔ مظفر نگر فساد کے ملزمین جب ضمانت پر رہا ہو کر آتے ہیں تو ان کو سرکاری ملازمت سے نوازہ جاتا ہے۔ مظفر نگر کے مقتول نواب اور شہید کے بھائی اور چشم دید گواہ اشباب کو دن دہاڑے کھتولی قتل کردیا جاتا ہے لیکن پولس کو کوئی سراغ نہیں ملتا۔

سبودھ کمار کے قاتلوں کی ایف آئی آر سے بجرنگ دل کے رہنما کا نام نکال دیا جاتا ہے ۔ بابو بجرنگی جیسے سفاک قاتل کی گرتی ہوئی صحت پر عدالت کو رحم آجاتا ہے۔ مایا کندنانی کے خلاف تمام شواہد اچانک کمزور ہو جاتے ہیں ۔ حکومت ہند مسعود اظہر کو دہشت گرد قرار دینے کے لیے اقوام متحدہ تک پہنچ جاتی ہے مگر اسٹینس کے قاتل رام سنگھ اور افرازلاسلام کا قتل کرنے والے شمبھوناتھ کو تختہ دار پر نہیں چڑھاتی۔

جیش محمد پر پابندی لگانے کے لیے تگ و دو کرنے والوں کو سناتن سنستھا نظر نہیں آتی جس نے گوری لنکیش اور پروفیسر کلبرگی جیسے نہ جانے کتنے دانشوروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی سے ان ظالموں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور قتل و خون کا بازار گرم رہتا ہے۔

افضل گرو کے ناقص شواہد کے باوجود رائے عامہ کے دباو میں پھانسی دیئے جانے پر ساری دنیا خاموش تماشائی بنی رہتی ہے مگر پاکستان میں آسیہ بی بی کو لے کر آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے لیکن عدالت کے پائے استقلال میں جنبش نہیں آتی ۔ اس کے باوجود دنیا بھر میں دہشت گردی کا محور مسلم ممالک کو قرار دیا جاتا ہے۔

نیوزی لینڈ کے قتل عام کی ذمہ داری کوئی قبول نہیں کرتا۔ قاتل کے مذہب اور ملک کو انفرادی حرکت سے نہیں جوڑا جاتا لیکن اگر ایسی ہی کوئی حرکت کسی مسلمان سے سرزد ہوجائے تو اسلام کے خلاف محاذ کھول دیا جاتا ہے۔

ٹیرینٹ نے جس اسکول سے تعلیم حاصل کی ہے اس کو بند کرنے کا خیال بھی کسی کو نہیں آتا مگر نام نہاد اسلامی دانشور بھی بیک جنبش سارے مدرسوں پر قفل لگانے کی بات کرنے سے پس و پیش نہیں کرتے ۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی اتحاد کی دو بنیادی وجوہات ہیں ۔

پہلی یہ کہ ظلمت کے ان سارے علمبرداروں میں سے کسی اندھیرے کو دوسرے اندھیرے سے کوئی خطرہ نہیں ہے ۔ ان کو خوف صرف نور اسلام سے ہے۔ یہ سب موت سے خوفزدہ ہیں اس لیے ایک دوسرے کو نہیں ڈراتے لیکن مسلمان موت سے بھی نہیں ڈرتا اس لیے اسے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن یہ احمق نہیں جانتے کہ

نورخدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ورقص شیطانیت

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی
امام وخطیب مسجد انوار شواجی نگر گونڈی ممبئ

کہا جاتا ہے ایک شیر کسی آبشار پر پانی پی رہا تھا اچانک اس کی نظر ایک بکری کے بچے پر پڑی جو نشیبی حصے میں اپنی پیاس بجھا رہا تھا۔
شیر نے دہاڑتے ہوئے کہا۔
تمہاری جرأت کیسے ہوئی میرے پانی کو جھوٹا کرنے کی۔
بچے نے عرض کیا حضور،
آپ مجھ سے بہت اوپر ہیں' اور میں بالکل نیچے ہوں، پانی آپ سے ہوکر میرے پاس آرہاہے۔ پھر کس طرح جھوٹا ہوسکتا ہے۔
شیر نے یہ سن کر بلند آواز سے چیخا۔ گستاخ،
زبان درازی کرتاہے، یہ کہ اسے ہڑپ گیا۔

یہ کہنے کو ایک قصہ ہے' لیکن اپنے اندر بہت سے پیغامات اور عبرتوں کے خزانے رکھتاہے، اس وقت عالمی طاقتوں کا جو سلوک امت مسلمہ کے ساتھ ہے' اس پر یہ قصہ مکمل طور سے صادق آتا ہے'۔

اس دنیا میں ہر دور میں طاقتوں کی اجارہ داری قائم رہی ہے آج بھی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ قائم ہے'۔
دنیا کے قوانین، ضوابط، اصول وسسٹم کے ہنگامے کاغذی پھولوں سے زیادہ حیثیت

نہیں رکھتے، روئے زمین پر انسانوں نے کبھی انسانی حقوق کو انسانیت کی بنیادوں پر نہیں دیا جب بھی یہ حق فراہم ہوا طاقت کی بنیاد پر ہوا کہ دنیا مظلوموں کی زبان سے ناآشنا ہے'یہ صرف طاقت کی زبان جانتی ھے
وسائل و ذرائع اور طاقتوں کے اسباب سے جب تک ملت لیس رہی،ایک مرکز پر متحد رہی ساری دنیا انصاف وعدل کی دہائی دے رہی تھی۔

مگر جب ملت کا شیرازہ بکھرا، امت مسلمہ خزاں کے پتوں کی طرح منتشر ہوئی ،اسلام دشمن طاقتیں مضبوط ہوئیں،خود ساختہ قوانین کے علمبرداروں کے ہاتھوں میں عالمی زمام اقتدار آیا، تو عدل وانصاف کی حقیقتوں کو بدل دیا گیا۔ انسانیت کے پیمانے تبدیل کردیئے گئے، عالمی مساوات اور انسانی حقوق ایک خاص قوم کے لئے مخصوص ہوگئے۔
انسانیت کے تحفظ کے لئے اقوام متحدہ،ہیومن رائٹس،وجود میں آئیں مگر ان کا کام اس سے زیادہ نہیں تھا کہ مغربی طاقتوں کی جارحیت کے لئے راستہ ہموار کردیں۔

آج نیوزیلینڈ میں جو المناک حادثہ پیش آیا ہے'،جس طرح منصوبہ بندی سے کرائسٹ چرچ کے علاقے میں موجود مساجد میں نہتے مسلمانوں پر گولیوں کی بارش کرکے انہیں خاک وخون میں نہلا دیا گیا ہے،اور اس وحشیانہ درندگی کے ذریعے انسانیت کے دامن کو تار تار کیا گیا ہے۔
اس پر عام طور سے پوری دنیا کے حکمرانوں اور تنظیموں کی مجرمانہ خاموشی درحقیقت اسی طاقتوں کے عدم توازن کا نتیجہ ہے، جس کا نصب العین اسلام اور اسلام کے ماننے والوں کو رویئے زمین سے ختم کردیا جائے،یا انہیں بالکل بے دست وپا کردیا جائے،

ورنہ آج دنیا کا یہ دہرا پیمانہ نظر نہیں آتا کہ صرف شک کی بنیادوں پر پورے ملک پوری سلطنت کو زیر وزبر کرنے والی قوتوں کی پیشانیوں پر اس المناک قتل کے بعد قاتل کے اعلانیہ ثبوت کے بعد بھی رنج کی علامت دکھائی دیتی ہے'نہ ہی اسے دہشت گردی کا معاملہ نظر آتا ہے'۔

انہیں اچھی طرح معلوم ہے'کہ یہ قوم ہماری دست نگر ہے'،ان کے پاس دفاع کے لئے کچھ نہیں ہے،یہ اپنی معاش سے لیکر تحفظ تک ہمارے محتاج ہیں'، اس لیے اگر ہمارا ہر عمل اور رد عمل ان کے حق میں ایک قانون کی طرح ہے'اور انہیں اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے تو یہ دستورِ دنیا ہے'جس پر کوئی تعجب نہیں ہے

لیکن ایک عام آدمی اس عمل کو دیکھ کر حیرت کے حصار سے کیوں کر باہر آئے کہ انسانی حقوق کی چیخوں اور میڈیا پر علمبردار ہونے کے دعوے کے باوجود یہ کیسی منافقانہ روش،اور کیسی دہری پالیسی ہے'کہ پوری دنیا میں اگر کہیں مسلمان اپنے حق کے آواز اٹھائیں تو دہشت گرد اور مغرب پوری سلطنت اور بیک وقت چار چار سو بچوں کو قتل کردے تو وہ انسانیت کا محافظ۔

ملت اسلامیہ کے علاوہ اقوام عالم میں ہمیشہ انصاف ودیانت مادی قوتوں کی کنیز رہی ہے،

یہاں بھی وہی تاریخ دہر دی جائے گی،اور قاتل کی دہشت گردی،اور اس کے پیچھے ساری منصوبہ بندیوں کے نیٹ ورک کو ذھنی توازن کا معاملہ قرار دے کر اندھیروں میں غرق کردیا جائے گا۔

اور مغربی میڈیا سے لیکر ملکی ذرائع ابلاغ تک اسے ایک سرسری خبر دے کر خاموش ہو جائیں گے۔

کہ مرنے والی قوم مسلم ہے'،اور اس وقت مسلمانوں کے خون کی کوئی قیمت نہیں ہے، کہ غیروں کے سامنے قیمت منوانے کے لیے کرداروں کی ضرورت ہوا کرتی ہے'

اور ملت کا دامن اس سرمائے سے یکسر خالی ہے،
ستم یہ ہے'کہ اس زوال کے اسباب،اور مظلومانہ حالت کے راز ہائے سربستہ کو جاننے کے لئے بھی وہ روادار نہیں ہے۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

ہمیں بھی سیکھنا ہوگا

بقلم :- مولانا عزیز اعظمی اصلاحی
اسرولی سرائمیر

نیوزی لینڈ کی مساجد ، سڑکیں اور گلیاں مذہبی رواداری ، قومی یکجہتی، امن و سلامتی کے پیغام سے بھر گئیں ، آپسی اخوت و محبت ، امن و آمان کے گلدستوں سے سج گئیں ۔ کیا حکومت ، کیا ریاست ، کیا وزیر ، کیا رئیس ، کیا بچے ، کیا بوڑھے ، کیا جوان ، کیا مسلم ، کیا غیر مسلم اس ملک کا ہر ہر فرد نمناک آنکھوں سے مسجدوں میں شہید ہونے والے شہداء کو ایسا خراج عقیدت پیش کیا کہ جو سر پسند عناصر، نفرت و عداوت رکھنے والوں کے لئے سبق آموز ہی نہیں بلکہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کے مترادف ہے یہ دنیا کی ان حکومتوں ، ان بادشاہوں ، ان مطلق العنانوں ، ان تخریب کاروں ، ان شدت پسندوں ، ان صحافیوں ، ان مداریوں کے لئے پیغام ہے جو اپنے ملک ، اپنی قوم ، اپنی عوام کے بھائی چارے کو انکے امن و آمان کو تباہ کرکے نفرت و عداوت کی بنیاد پر اپنا سیاسی و معاشی محل تعمیر کرنا چاہتے ہیں ۔

ہر مذاہب میں شدت پسند اور جنونی لوگ پائے جاتے ہیں جو اپنی نفرت و عداوت کی آگ میں جھلس کر دنیا کے امن کو تباہ کرنا چاہتے ہیں ۔۔ دہشتگرد کا کوئی مذہب نہیں میری نظر میں یہ ایک منطقی بات ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں حقیقتاً دہشتگرد کا تعلق مذہب سے ہے لیکن ہر مذہبی شخص دہشتگرد کہا جائے ، ہر مسلمان دہشتگرد کہا جائے ، یہ بھی شدت پسندی اور ذہنی مرض کی علامت ہے ۔ ہر مذہب میں شدت پسند اور جنونی لوگ پائے جاتے ہیں اور یہ مذہبی جنونیت اور شدت پسندی

ہی تو ہے کہ ایک شخص اپنی ہزار سالہ تاریخ کے بوسیدہ اوراق سے اپنے شدت پسند فاتحین کے ناموں کو نکال کر اپنے اسلحے پر حرف بہ حرف لکھ کر بے گناہ نمازیوں کو موت کے گھاٹ اتار دے اس سے بڑی دہشتگردی اور مذہبی شدت پسندی اور کیا ہو گی ۔

لیکن اب نیوزی لینڈ کے اس الم ناک واقعہ سے دنیا کو اپنا نظریہ بدلنا ہو گا ، نیوزی لینڈ سے
مذہبی رواداری ، اخوت و محبت کو سیکھنا ہو گا ، لفظ دہشتگرد صرف اسلام اور مسلمانوں کے لئے نہیں ہر مذاہب کے ان شدت پسندوں اور دہشتگردوں کے لئے استعمال کرنا ہو گا جو اسٹریلوی شہری بریٹین ٹیرینٹ کے کردار میں نظر آئے گا ۔ جو شبھو ناتھ جیسی دہشتگردی کو انجام دیگا ، جو پلوامہ جیسے سانحے میں ملوث ہو گا اور اگر عالمی طاقتیں ، عالمی میڈیا دہشتگردی کے تئیں اپنا جانبدارانہ رویہ نہیں بدلتیں تو یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ عالمی قوتیں دہشتگردی کا خاتمہ نہیں اسلام و مسلمین کا خاتمہ چاہتی ہیں ۔ اور اگر وہ اسلام و مسلمین کے خاتمے کا خواب دیکھتی ہیں تو ان دشمنان اسلام کو یہ یاد رکھنا ہو گا کہ مسلمان سیاسی طور پر ، اقتصادی طور پر ، معاشی طور ، تکنیکی و عسکری طور کمزور اور مغلوب ہو سکتا ہے لیکن اسلامی طور پر نہیں اسلام دنیا کے تمام ادیان پر غالب ہونے کے لئے ہی آیا ہے اور غالب ہو کر رہے گا یہ برحق ہے جسے قران نے واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ ۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ
(توبہ 33)

جس اللہ نے تمھیں یہ طاقت دی ہے کہ دنیاوی اثر و رسوخ کی بنیاد پر جس کو چاہو آج تم دہشتگرد کہو جسے چاہو امن پرست ۔۔ اسی اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر اس دنیا میں بھیجا اور واضح کر دیا کہ دین دوسرے سارے ادیان پر غالب ہو کر رہے گا چاہے تمھیں یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے ۔۔۔ تیزی سے پھیلنے والے اس اسلام کے بارے میں اگر تم اس قدر خائف اور ڈرے ہوئے کہ پیچھے سے وار کر کے اسلام کو مٹادینا چاہتے ہو مسلمانوں پر ظلم کر کے اسلام کو اکھاڑ پھیکنا چاہتے ہو اس پر دشتگردی کا ٹھپہ لگا کر کمزور کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو اللہ نے قران میں اس کا بھی جواب دے دیا ہے کہ ......

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ... (الصف 8)

وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اپنے نور کو پھیلا کر رہے گا، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو ۔ یہ الٹے لٹک جائیں لیکن اسلام وہ نور وہ روشنی ہے جو تمھاری ان پھونکوں سے بجھایا نہیں جائے گا ۔ اس لئے حکمرانوں ، سیاستدانوں ، صحافیوں ، عالمی طاقتوں کو اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے امن و آمان ، اخوت و محبت اور مذہبی رواداری کی بات کرنی چاہیے جس میں ایک خوشحال اور پرسکون زندگی ہے ۔

نیوزیلینڈ کا حادثہ

بقلم :- انجینئر ابو حارث. صاحب
مقیم حال ابو ظبی

آج ابھی میں نے نیوزیلینڈ کے ایک ساتھی جناب یٰسین صاحب.
مقیم آکلینڈ. پرنسپل مدینہ اسکول آکلینڈ. نیوزیلنڈ. کو فون کر کے وہاں کے حادثے کی تفصیل لی. میرے نیوزیلنڈ کے سفر میں ہم لوگ چار دن مسجد نور کرائسٹ چرچ میں قیام کئے تھے. وہ کہ رہے ہیں کہ پورے نیوزیلینڈ میں غم کا ماحول ہے. وہاں کہ لوگ ہم مسلمانوں کو باہر دیکھ کر گلے لگا رہے ہیں بہت افسوس کا اظہار کر رہے ہیں. ہماری عورتوں کو وہاں کی عورتیں گلے مل کر رو رہی ہیں. اور پورے ماحول میں مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کا جزبہ ہے.
مسجد نور کے امام جناب جمال صاحب مصر کے ہیں ڈیڑھ سال سے اس مسجد کے امام ہیں. وہ ممبر کے پیچھے ہو گئے تھے اور اس طرح بچ گئے. رہا تبلیغی جماعت کے امیر کے متعلق خبر تو یہ کہ جناب عبدالصمد بیکو صاحب نیوزیلنڈ کے دعوت تبلیغ کے بہت ہی پرانے ساتھی، ایک عرصے سے وہاں کی شوری کے رکن رہے رہیں ہیں. وہ کل یعنی ١٦ مارچ ٢٠١٩ء کو آکلینڈ میں انتقال فرما گئے. انا للہ وانا الیہ راجعون. مرحوم سے میری ملاقات رہی ہے بہت عمر دراز تھے. اور مسجد عمر آکلینڈ جو کہ پہلے چرچ تھا وہاں کے مصلی تھے. وہاں بھی ہماری جماعت نے قیام کیا تھا. نیوزیلنڈ جو کہ بہت بڑا گوشت کا ایکسپورٹر ہے. حلال ذبیحہ کا بہت سخت انتظام ہے. ہملوگ خود وہاں کے ذبیحہ خانوں میں جا کر اسکا مشاہدہ کئے ہیں. ماشاءاللہ پورے ملک میں مسلمانوں کو اپنے مذہب پر چلنے کی آزادی ہے. مسلمانوں کی تمام تنظیمیں ایک تنظیم فیانز سے جوڑی ہیں جو کے

حکومت کو مسلمانوں کی طرف سے ریپریزنٹ کرتی ہے ذبحہ بھی اسی کے دائرے میں آتا ہے. وہاں کے دارالسلطنت ویلنگٹن میں جس گھر میں ہماری مستورات کا قیام تھا وھاں میں نے بھت ساری اردو میں دینی کتابیں دیکھی جسمیں کئی ساری کتابیں قاضی اطہر مبارکپوری رح کی تھی. تب معلوم ہوا کے صاحب خانہ جناب فوذان صاحب قاضی صاحب کے پوتے ہیں. انکے والد صاحب مولانا خالد صاحب سعودی کی طرف سے دعوت وارشاد کے سلسلے میں یہاں آگئے تھے اور پھر انھوں نے یہی سکونت اختیار کر لی. ویلنگٹن کی جامع مسجد میں اس وقت مولانا خالد صاحب کے داماد جو کہ اعظمی ہیں دیوبند کے فارغ اور شکل و شباہت لباس، ملنے جلنے میں قاسمی نظر آتے تھے. جمعہ میں انھوں انگلش میں بھت روانی سے ذورداد تقریر کی جو اب بھی یاد آتا ہے. کرائسٹ چرچ میں ہماری جماعت کو لینے جناب حارث صاحب ائرپورٹ آئے تھے جو کہ سفید فام نئے مسلمان ہیں دوپہر کے خانے میں چاول دال سبزی وغیرہ تھی. تو امعلوم کرنے پر موصوف نے بتایا کے وہ اپنی نو مسلمہ اہلیہ کے ساتھ پڑوس کے ملک اور اور ھندوستان میں وقت لگائے اور اس طرح وہ یہ پکوان سیکھی ہیں.انکی اہلیہ اور بیٹی مکمل پردا کرتی ہے اور جماعتوں کا استقبال اور مقامی کام میں شریک ہوتی ہیں.

ہاں ایک بات رہ گئ جناب یاسین صاحب فرما رہے تھے کہ مارنے والا شخص یہودی ہیے اور کئ ملکوں میں جو وہ سفر کیا ہے اسمیں اسرائیل بھی ہے. اور یہ کہ تمام مسجدوں میں حفاظت کے لئے پولیس کے دستے ہیں. شائد اسکے گروپ کا کوئ اور بھی ہو. نیوزیلنڈ کو اس کام کے لئے استعمال کیا گیا ہے ورنہ یہاں کے لوگ بہت امن پسند ہیں. اسکا تو مشاہدہ خود ہمنے بھی کیا ہے.

اللہ ان شہیدوں کے درجات کو بلند فرمائے. متعلقین کو صبر جمیل اجرے عظیم عطا فرمائے.اس ظلم وستم کو ان شہیدوں کے خون کو اسلام مسلمانوں کے حق میں نافع بنائے اور ہم سب کو اپنی آخرت کی سچی فکر نصیب فرمائے. اللہ ہم سب کا حامی و مددگار ہو. آمین

ناچیز

اَبو حارث. مقیم حال اَبو ظھبی

۱۷ مارچ۲۰۱۹ء

وزیر اعظم نیوزی لینڈ کے نام کھلا خط
جسینہ آرڈن آپ ایک عظیم راہنما ہیں

بقلم :- مولانا طہ جون پوری بھارت
ممبر :- پاسبان علم و ادب

محترمہ عظیم راہنما، امید کہ آپ بخیر اند.

15 مارچ 2019 جمعہ کا دن تاریخ کا ایک سیاہ دن تھا، جب ایک دہشت گرد نے 50 مسلمانوں کو، اپنے خالق کی عبادت کے دوران قتل کرڈالا. پوری مسلم قوم تھر تھرا گئی تھی اور پر امن دنیا غمگین ہوگئی.

آپ نے صحیح قدم اٹھایا اور اس دہشت گردانہ حملہ کی پرزور مذمت کی. اس حادثے کی خبر کے چند گھنٹوں بعد، آپ نے کہا: یہ بالکل واضح ہے، کہ یہ نیوزی لینڈ کا سیاہ ترین دن ہے. آپ نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا: اب تو ہماری فکریں، اور مجھے یقین ہے کہ تمام باشندگان نیوزی لینڈ کی فکریں، متاثرین اور ان کے متعلقین کے لیے ہیں. آپ نے مہاجرین کے لیے اظہار ہمدردی کیا اور انہیں قبول کرنے کا جذبہ کا دکھایا. آپ نے ٹوئٹر پر یہ ٹویٹ کیا: کہ کرائسٹ چرچ میں جو کچھ ہوا، وہ تشدد کا ایک بھیانک عمل ہے، جس کی نظیر نہیں ہے. متاثرین میں سے ممکن ہے، بہت سے طبقہ مہاجرین کے افراد ہوں، نیوزی لینڈ ان کا گھر ہے اور وہ ہمارے ہیں. (15مارچ 2109 بہ وقت صبح 9 بجکر 3 منٹ). آپ نے اس حملہ کو دہشت گردانہ حملہ کہا، نہ کہ بندوق کی گولی سے مار یا ایک بڑی تعداد کا قتل سے تعبیر کیا.” اسے صرف ایک

دھشت گرادنہ حملے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے". آپ نے کہا، کہ ان جیسے دہشت گردوں، مجرمین اور انتہا پسندوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے" یہ وہ لوگ ہیں، جنہیں میں کہتی ہوں کہ یہ انتہا پسند خیالات کے حاملین ہیں، کہ ان کے لیے یقینی طور پر نیوزی لینڈ میں کوئی جگہ نہیں ہے اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے".

آج 19 مارچ 2019 کو آپ نے پارلیمنٹ کی ایک خصوصی نشست کو خطاب کیا، جس کا آغاز اسلامی سلام" السلام علیکم "سے کیا. جس کا مطلب ہے، کہ آپ پر سلامتی ہو. یہ آپ کی رحمدلی کا ثبوت ہے. آپ نے قوم سے درخواست کیا کہ، شہداء کے نام یاد رکھے جائیں اور اراکین پارلیمان سے یہ وعدہ کیا کہ میں دہشت گرد کا نام نہیں لوں گی." میں آپ لوگوں سے عاجزانہ درخواست کرتی ہوں، کہ ان کے اسماء کو یاد کیجیے، جنہوں نے اپنی زندگی کھودی ہے، بنسبت اس شخص کے، جس نے ان کی زندگی کو ختم کردیا. وہ ایک دہشت گرد ہے. وہ ایک مجرم ہے. وہ ایک انتہا پسند ہے. بلکہ جب بھی میں بولوں گی تو اس کا نام نہیں لوں گی". آپ نے قوم کو یقین دلایا کہ بندوق کا قانون بدلے گا. معصوم لوگوں کی زندگیوں کے تحفظ کے تئیں، یہ آپ کی خالص نیت کا پتہ دیتا ہے. آپ نے فرمایا، کہ حملہ آور" مکمل قانون کا سامنا کرے گا".

بلاشکہ و شبہ آپ نے اس بات کا عزم کیا، کہ انتہا پسندی اور دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے، ایک اہم کردار ادا کریں.گی. عمر کے اس مرحلے پر (39 سال) آپ نے اپنے حوصلوں کو اس نظریہ اور عقیدہ کے خلاف لڑنے کے لیے مہمیز کیا.

آپ اس دور کی ایک عظیم قائد بن گئیں. پوری امن پسند دنیا آپ کی بے انتہا مقروض ہے. آپ کے افکار و خیالات کا بے حد شکریہ

اللہ آپ کی حفاظت کرے. مستقبل میں آپ کو کامیاب زندگی نصیب ہو. کامرانی آپ کا قدم چومے. اللہ آپ کو ہدایت سے سرفراز کرے. اللہ آپ کو خوشی اور فرحت نصیب کرے.

والسلام

طہ جون پوری بھارت

19مارچ 2019

Jaunpuri786@gmail.com

نوٹ: اس کا انگریزی ورژن محترمہ وزیر اعظم صاحبہ کو ارسال کیا گیا ہے.

مادر ھند کی ھندو بیٹی کا اسلام

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی اعظمی صاحب
مؤسس :- پاسبان علم و ادب

عرب اخلاق فاضلہ اور صفات حمیدہ سے دوسروں کو بہت جلد متاثر کرلیتے ہیں ، ان کا انداز تخاطب ،سلام و کلام ، تواضع آمیز مصافحہ اور بوس و کنار قابل رشک ہوتا ھے ، جود وسخا میں شہرت تو ہے ھی ، خورد و نوش اوردستر خوان پر دوسروں کو ترجیح دینا بھی ان کی سرشت میں داخل ھے ، عرب ممالک میں اقامت پذیر مثبت فکر و نظر رکھنے والا غیر مسلم طبقہ ان ستودہ صفات کا مشاھدہ کرنے کے بعد ہم جیسوں سے تذکرہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

انہیں صفات کے حاملین عرب گروہ میں جنوبی ھند سے تعلق رکھنے والی برادر وطن کی ایک نوجوان بیٹی کی ڈیوٹی بھی لگ گئی ، جہاں اسے اسلامی ماحول میں اسلام کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا، دیانت داری اور ایمانداری کا ماحول میسر ہوا ، نماز کی پابندی اور کبھی کبھی دعائیں اور ذکر و تلاوت کی زمزمہ سنجیوں سے روحانی اور قلبی سکون ملنے لگا۔

ایک دن نماز مغرب سے فارغ ہوکر جیسے ہی گھر میں داخل ہوا دروازے پر دستک ہوئی ، دیکھا تو دو مرد ایک لیڈی(ھندو میاں بیوی اور ایک مسلم) کے ساتھ گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کررہے ہیں ، اجازت ہوئی، اندر آے ، پانی وغیرہ پینے کے بعد میں نے قدم رنجہ فرمانے کی غرض وغایت پوچھی تو اسلام قبول کرنے کی

خواہش ظاھر کی گئی ، میں نے کہا فلاں جگہ فلاں صاحب کے پاس چلے جائیں لیکن انہوں نے کہا کہ تین ائمہ کے پاس سے ہوکر ھم لوگ آے ہیں سب نے آپ ھی کے پاس بھیجا ھے لھذا مایوس نہ کریں۔

خیر ؛ اسلام کی طرف رغبت کا سبب دریافت کرنے پر مذکورہ بالا عرب کی صفات کا ذکر بالتفصیل کیا گیا ، پھر تو اسلامک لٹریچر کے مطالعہ نے مزید اسلام کی حقانیت کو مجھ پر واضح کردیا ، اب کلمہ پڑھنے کے لئے حاضری ہوئی ھے۔

لھذا میں نے کلمہ پڑھا کر ،، من قال لا إلہ الا اللہ دخل الجنۃ ،، کی حدیث کے ذریعہ بشارت دے کر رخصت کیا۔

شفیق قاسمی اعظمی
پاسبان علم وادب
04/02/2019

پاسبان علم وادب

بقلم :- مولانا **فیضان احمد** اعظمی صاحب
مقیم حال :- دبئ

خوشبوئے علم وفن سے مہکی یہ انجمن ہے
گلہائے رنگ برنگ سے خوش رنگ یہ چمن ہے

ارباب علم ودانش زینت ہیں پاسباں کی
پھولوں سے اس کی آتی خوشبوئے فکر وفن ہے

حاصل ہے اس کو رتبہ علم وادب میں ایسا
چرچا جہاں میں اس کا بر ہر لب و دہن ہے

چشمہ ہے یہ ابلتا دریائے علم وفن کا
بے تاب ہر گھڑی ہے ہر آن موج زن ہے

فکر ونظر کو وسعت ملتی ہے پاسباں میں
گلدستہ ادب میں نیرنگی سخن ہے

جنگ مسئلے کا حل نہیں ہے

بقلم :- مولانا محمد خالد اعظمیؒ قاسمی صاحب
ترجمان :- پاسبان علم و ادب

جنگ مسئلے کا حل نہیں ہے ، جنگ خود ایک مسئلہ ہے.
پلک جھپکتے ہنستے بستے با رونق شہر کھنڈرات میں تبدیل ہوجاتے ہیں.
انسانی آبادیاں ویران ہوجاتی ہیں.، چہل پہل کرتی سڑکیں سنسان ہوجاتی ہیں.
بچے یتیم جاتے ہیں.، ماں باپ کے بڑھاپے کا سہارا چھن جاتا ہے.
بہنوں کا سہاگ اجڑ جاتا ہے.، قبرستان آباد ہوجاتے ہیں
ہسپتال زخمیوں سے بھر جاتے ہیں ان میں کتنے موت و زیست کی جنگ لڑ رہے ہوتے ہیں.، بھوک پیاس، غربت و افلاس کا دور شروع ہوجاتا ہے.، یہ سب صرف ایک غلط جذباتی فیصلے کی بنیاد پر ہوتا ہے.،
دو ملکوں کے حکمران جہاں ان بھیانک نتائج کے ذمہ دار ہوتے ہیں اس سے بڑا کردار آج کے دور میں سنسنی پھیلانے والی میڈیا کا ہوتا ہے
یہی میڈیا جنگ کا ماحول بناتی ہے اور نتیجے میں دو ملک ٹکرا جاتے ہیں.
حکمرانوں اور میڈیا مافیاؤں کا کچھ نہیں جاتا، نقصان صرف عوام کا ہوتا ہے.
اس لئے ہم کسی بھی قسم کی جنگ کے خلاف ہیں.، چاہے وہ زبانی جنگ ہو یا حقیقی جنگ ہو.
اللہ دونوں ملک کے حکمرانوں کو سمجھ عطا فرمائے ، اور ہمارے ملک کی ہر قسم کے نقصان سے حفاظت فرمائے.

شیخ محمد خالد اعظمی

اویس انعامدار کے ساتھ ایک ملاقات

بقلم :- مولانا ڈاکٹر ارشد قاسمی
نائب ترجمان :- پاسبان علم و ادب

سعد انگلش اسکول ڈہری جونپور میں نوجوان سائنسداں اویس انعامدار بطور گیسٹ اسپیکر موجود تھے ناچیز اپنے دو دوستوں مولانا عبداللہ قاسمی اور مولانا ثاقب اختر قاسمی کے ھمراہ مغرب سے کچھ پہلے وہاں پہنچ گیا۔ سعد انگلش اسکول کی فضاء اس قدر پرسکون اور طلباء میں اتنا ڈسپلن نظر آیا احساس ہی نہیں ہوا کہ یہاں نو سو طلباء و طالبات اپنے گارجین کے ساتھ اویس انعامدار کی موٹیویشنل اسپیچ سننے کے لئے ھمہ تن گوش ہیں۔اسکول کے مینیجر مولانا حسان منیب قاسمی ایک وضعدار و نفیس شخصیت کے مالک ہیں انکی سچی تڑپ ، جہدِ مسلسل ، بلند حوصلگی و منصوبہ بندی نے ایک پودے کو خونِ جگر سے اس قدر سینچا کہ آج اسکے گھنیرے سائے میں تقریبا نو سو نونہالانِ امت ملت کی تعمیر میں ، متاعِ گمشدہ کی تلاش میں ، کارواں کے دل میں احساسِ زیاں پیدا کرنے اور علاجِ تنگیٔ داماں ڈھونڈھنے میں شب و روز منہمک ہیں خوب سے خوبتر کی تلاش اور ماہرینِ فن سے تجربات حاصل کرنے کے لئے مولانا حسان منیب قاسمی کی دعوت پر اویس انعامدار تشریف لائے۔

اویس گجرات فساد کی مہیب تاریکی میں بچ جانے والا ایک ٹمٹماتا چراغ تھا ٹرک ڈرائیور باپ کی گمشدگی یا شہادت کے بعد مالکِ مکان نے عدمِ ادائیگی کی بنا پر آشیانہ چھین لیا تھا ماں اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے ساتھ روڈ پر سو روپئے کا نوٹ لیے جو اسکا کل سرمایہ تھا کھڑی تھی۔

مسلم تنظیموں نے تعاون کیا اویس کے معصوم ہاتھ ماں کی انگلیاں تھامے نانی کے گھر پونہ پہنچے ماں کا سہاگ اجڑ چکا تھا قیامت گزر چکی تھی۔
ماں کے قدم ڈگمگائے ضرور ۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی نے اس ماں کے حوصلوں کو چٹان سی قوت بخش دی انٹر پاس اس خاتونِ خانہ نے از سرِ تعلیمی سلسلہ شروع کیا اور پی ایچ ڈی کے بعد ملازمت کرلی ۔تا کہ زمانہ کی بادِ صرصر اسکے پھولوں کو کمہلا نہ دے۔

اویس ان ھمت شکن ماحول میں اپنے کھلونوں سے کھیلتے رہے انھیں بناتے اور بگاڑتے رہے انھیں کھلونوں کے درمیان ایک بوسیدہ کمپیوٹر تک انکی رسائی ہوئ اویس اس کمپیوٹر کو روز کھولتے بگاڑتے بناتے اس اعتماد تک پہنچ گئے کہ اس برقی آلہ کا کوئ حصہ انکی دسترس اور اسکے وجہِ استعمال سے دور نہ تھا۔

آٹھویں کلاس میں یومِ جمہوریہ کے موقع پر اعظم کیمپس پونہ میں اویس نے اپنا ڈرون اڑاکر لوگوں کو متحیر کردیا اس نے ڈرون میں مزید کام کیا اس میں Human detector sensors لگائے تا کہ سماوی آفات ، سیلاب ،سنامی جیسے حالات میں جہاں انسان کی رسائ نہ ہو وہاں انکا ڈرون پہنچ کر انسانوں کی موجودگی کی خبر دے سکے اس دوران انھوں نے اپنی کمپنی Berry IIT کی بنیاد رکھی ۔ کئ انٹرنیشنل سائینس کمپٹیشن میں کامیاب ہوئے سیٹلایٹ تیار کی اور انھیں youngest scientist کا خطاب ملا انھوں نے ایجوکیشن کو ڈیجیٹیلایزڈ کرنے کا بیڑہ اٹھایا ڈیجیٹل بورڈز اور بچوں کی تعلیم کے لئے سستے ٹیبلیٹ بنائے کمرشیل فیلڈ میں کئ سافٹ ویئر تیار کئے تا کہ ایک بزنس مین اپنی آفس میں بیٹھ کر اپنی سیکڑوں شاپس کی نگرانی کرسکے پونے پولس سے

ٹائی اپ کیا اور گاڑیوں کے نمبر پلیٹس میں اپنے بنائے سینسر لگائے تاکہ ٹریفک رولس پر عمل ہوسکے ۔

اس وقت وہ کئی پروجیکٹس پر ریسرچ کررہے ہیں جس میں ایک اہم پرجیکٹ مصنوعی انسانی اعضاء کو سستا کر کے اس میں impulses جنریٹ کرنا تاکہ حادثہ کے شکار مقطوع الاعضاء لوگ طبعی کے مانند مصنوعی اعضاء کے ساتھ نارمل لائف جی سکیں ۔

اویس اس وقت ڈپلومہ انجینئرنگ کررہے ہیں انکی عمر بمشکل تمام ۲۲ سال ہوگی انکے حوصلے جوان ، ویژن بڑے ، پلاننگ درست ہے خوش کن بات یہ ہے کہ وہ اسلامی مزاج رکھتے ہیں اسلامی تعلیمات سے واقفیت ہے انکی کمپنی برق رفتاری کے ساتھ ترقی پذیر ہے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ہندوستان کے اے پی جے عبدالکلام بنینگے ملک و ملت دونوں کی خدمات انجام دینگے ۔

سائنس کسی کی جاگیر نہیں ہے پوری انسانیت کا مشترکہ ورثہ ہے دوسری صدی ھجری سے بارہویں صدی ھجری تک بلا شرکتِ غیرے اس مملکتِ علم پر ھم نے حکمرانی کی ہے اویس جیسے نوجوان ہمارے طلباء کے لئے رول ماڈل ہوسکتے ہیں اللہ ان نوجوانوں کو ملت کی سرخروئی کا ذریعہ بنادے ۔

ڈاکٹر ارشد قاسمی

یہ بارش کی بوندیں

بقلم :- مولانا شفیع اللہ اعظمی قاسمی صاحب
ممبر :- پاسبان علم و ادب

کئی دن بیمار رہنے کی وجہ سے طبیعت کچھ مضمحل سی تھی ،ذہن پر اداسیوں کا بوجھ تھا ، کسل مندی نے ڈیرا ڈال رکھا تھا بڑی مشکل سے فرائض کی ادائیگی کے لئے اٹھا تھا ۔ فجر کی نماز پڑھائی اور پھر لیٹ گیا ،تب تک موسم بالکل صاف تھا ،کچھ دیر گزرتے گزرتے موسم نے اپنا مزاج بدلا یکا یک آسمان بادلوں سے بھر گیا بارش کے ننھے ننھے قطرے زمین پر اترنے لگے ۔دل نہ مانا اور میں باہر نکل گیا ۔ہواؤں کے نرم نرم اور خنک تھپیڑوں نے دل و دماغ کو تر و تازگی سے بھر دیا ، طبیعت بالکل ہشاش بشاش ہوگئی ۔گویا سورہ فتح کی آخری آیت کمثل غیث أعجب الکفار نباتہ کی عملی تمثیل و تفصیل ہے کہ خدا کی نعمتوں میں ایک نعمت بارش بھی ہے اس کا اثر کس طرح انسانی مزاج اور طبیعت پر پڑتا ہے ۔کس طرح سے چرند پرند ، شجر اور لالہ زاروں پہ پڑتے ہیں ، کھیتوں میں کس طرح جان پڑتی ہے ، زمین کس طرح سے کھل اٹھتی ہیں ۔ان ننھی ننھی بوندوں کی آس لئے کسانوں کے چہرے کیسے کھل اٹھتے ہیں ۔موسم گرما کی سختی سے بے حال لوگوں کو کیسے راحت نصیب ہوتی ہے ۔یہ بوندیں جب اترتی ہیں تو فضا کی خنکی اور ہواؤں کے ریشم کی طرح نرم جھونکے کس طرح شاد و آباد کرتے ہیں ۔زمین کے ریشوں میں جذب ہو کر سطح آب کو بلند کرتے ہیں تاکہ پمپ اور ٹیوب ویل کے ذریعہ پانی نکالنا اور اسے استعمال کرنا آسان ہو جائے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ذالک الفضل من اللہ و کفی باللہ شھیدا .....

عظمتِ دارالعلوم دیوبند

بقلم :- مولانا **فضیل احمد ناصری قاسمی صاحب**
استاذ حدیث :- جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

جب تک رہے گا سلسلہ ماہ و نجوم کا
ڈنکا بجے گا چار سو دارالعلوم کا

دل چاہیے سلیم تو دیوبند آئیو
خطرہ نہیں یہاں کسی بادِ سموم کا

فردوسِ علم ہے یہی عالَم کی آنکھ میں
قبلہ ہے علم و فن میں یہی شام و روم کا

مرتے ہیں اس پہ لوگ کہ شمعِ حرم ہے یہ
بن جاؤ رکن تم بھی میاں اس ہجوم کا

ملتی ہے سب کو مے یہاں جامِ حجاز سے
خالص ہے اس لیے یہاں بادہ علوم کا

پہونچا جہاں بھی فیض مرے دیوبند کا
باقی رہا نہ کوئی گزر واں رسوم کا

ایماں ہو جب خراب، **توسُّع** کے نام پر
کرتا ہے رد، یہ ایسے شیوع و عموم کا

جس کو نظر نہ آئے کہیں ، نورِ دیوبند
وہ شخص بالیقین ہے ہم چشم بوم کا

مجنوں کی بڑ پہ کان نہ ہرگز لگائیے
سنتا ہے یوں بھی کون جَہول و ظَلُوم کا

کیا مجلس اتحاد المسلمین مسلمانون کے لئے ایک متبادل نیں ؟

بقلم :- ڈاکٹر ذاکر ندوی اعظمی صاحب
حال مقیم :- ریاض سعودی عرب

2019ے پارلیمانی انتخابات کا بگل بجتے ہی سیاسی گلیاروں میں ہلچل تیز ہوتی جارہی ہے، گٹھہ جوڑکا بازار اپنے عروج پر ہے، ساری سیاسی جماعتیں اپنی اپنی سیاسی قوت کا مظاہرہ کرہی ہے ہیں، نئے نئے اتحاد تشکیل پارہے ہیں اور مفادات کا جادو ایسا سر چڑھ کر بول رہا ہے کہ شام کو سیکولرزم یا نیشنلزم کے نام پر محاذ وجود میں آتا ہے تو دوسرے دن صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی سارے اصول دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور ذاتی مفاد ات غالب آجاتے ہیں. دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ گرانڈ الائنس جو مسلمانوں کی آواز ہونے کا دعوی کرتے نہیں تھکتا، مسلمانوں کے ووٹوں پر اپنا حق تو جتاتا ہے لیکن پارٹی میں مسلمانوں کی نمائندگی کا دور دور تک کوئی پتہ نہي، البتہ بھگوا پارٹی کے وہ لیڈران جو کل تک فرقہ پرست اور فاشسٹ نظریات کے پرچارک تھے مگر سیکولر اتحاد میں انٹری کرتے ہی ٹکٹ مل جاتا ہے، گویا ان سیکولرزم کی فیکٹریوں کے پاس کوئی ایسا کیمیکل ہے جس سے فرقہ پرستی کے پاپ منٹوں میں دھل جاتے ہیں اور پاپی پوتر ہوجاتا ہے۔

تیزی سے بدلتے ایسے حوصلہ شکن حالات میں مسلم ووٹر تردد کا شکار ہے کہ وہ کسے ووٹ دے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک طویل مدت تک مسلمان سیکولرزم کے نام پر کانگریس اور خود ساختہ سیکولر پارٹیوں کا ساتھ دیتا رہا اور بدلے میں مایوسی، فرقہ وارانہ فسادات، اقتصادی بد حالی، تعلیمی پسماندگی، عدم تحفظ، بابری مسجد کی شہادات، بے گناہ مسلم نوجوانوں کی حراست کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آیا.

ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کب تک مسلمانوں کے ووٹوں کا سودا ہوتا رہے گا؟ کیا ہمیں آبادی کے تناسب سے سیاسی اداروں میں نمائندگی نہیں ملنی چاہیے؟ ہم کو کب تک ترقی کے مواقع سے محروم کیا جاتا رہے گا؟ کیا وقت نہیں آگیا ہے کہ اب غیروں پر تکیہ کے بجائے ہم اپنی ملی قیادت کو مضبوط کریں؟ کیا ہمیں بہار کے کشن گنج پارلیمانی حلقہ سے اختر الایمان، اورنگ آباد سے امتیاز جلیل، ممبئی سے وارث پٹھان جیسے مجلس اتحاد المسلمین کے بے باک نمائندوں کا خیر مقدم نہیں کرنا چاہئے؟

عام طور سے خود ساختہ مسلم انٹیلیکچول یہ رائے رکھتے ہیں کہ میم کے حیدرآباد سے باہر الیکشن میں حصہ لینے سے سیکولر طاقتوں کو نقصان پہونچے گا اور فرقہ پرست قوتوں کی کامیابی یقینی ہوجائے گی، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گذشتہ پارلیمانی انتخابات میں یوپی میں ایک نئی تاریخ رقم ہوئی یعنی ایک بھی مسلم امیدوار پارلیمنٹ تک نہیں پہنچ سکا حتی کہ محمد ادیب جیسے قد آور قائد کی مسلم اکثریتی علاقے بجنور سے ضمانت ضبط ہوگئی، جب کہ میم کا یوپی کے سیاسی افق پر وجود بھی نہیں تھا، تو فرقہ پرستوں کی اس واضح جیت کا ذمہ دار کس کو مانا جائے؟

ہمیں چاہیے کہ موہوم خدشات سے باہر نکلنے کی کوشش کریں اور اپنی قیادت کو پروان چڑھائیں اور ملی اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے پورے دم خم سے ملک کی سیاسی بساط بر اثر انداز ہونے کی کوشش کریں۔یہاں یہ حقیقت بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ جنوبی ہند کے مسلمان اگر چہ عدد کے لحاظ سے شمالی ہندوستان کے مسلمانوں سے کم ہیں، انکے یہاں ہر گلی کوچے میں اردو میں لچھے دار تقریریں کرنے والے قائدین کی بہتات بھی نہیں، لیکن انکے اندر سیاسی شعور کسی حد تک پختہ ہوچکا ہے۔

یہی سیاسی شعور ہے کہ کیرلا کی 140 اسمبلی کی نشستوں میں 17-18 مسلم امیدوار مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوتے ہیں جسکا تناسب مجموعی نشستوں کا 12.5 فی صد ہوتا ہے لیکن اسکے باوجود اپنے مطالبات منوانے میں کامیاب ہوتے ہیں، اور اسی سیاسی شعور کی بدولت اقتصادی اور تعلیمی میدان میں خاطر خواہ کامیابی سے ہمکنار ہوتے رہے ہیں، اور گذشتہ یوپی. اے. حکومت میں ای. احمد صاحب مسلم لیگ کی نمائندگی کرتے ہوئے وزیر مملکت برائے خارجہ امور بنائے گئے. کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں کہ جب اندرا گاندھی کو کو سنڈیکیٹ کانگریس کے خلاف مدد کی ضرورت پڑی تو مسلم لیگ کے دو ممبران پارلیمنٹ کی مدد کے لئے پکارا گیا؟ تاریخ کے یہ چشم کشا نظیریں چیخ چیخ کر ہمیں اپنی قیادت کے فروغ کا مطالبہ کررہی ہیں مگر ہم ہیں کہ اپنی سیاسی اہمیت کو پہچاننے کے لئے کسی طور تیار نہیں۔

جہاں تک میم کی اہمیت وافادیت کی بات ہے تو ہمیں 1985 کی تاریخ کو مد نظر رکھنا ہوگا جب میم کے 5 ممبران اسمبلی نے ان. ٹی. رارما راؤ کو حکومت سے بے دخل کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا اور ننڈیلا بھاسکر راؤ کی مدد کر بہت سے ملی کاموکو آگے بڑھایا جس میں مختلف میڈیکل اور انجینیرنگ کالجوں کی تاسیس بین ثبوت ہے، اور اس سے بڑھ کر انہیں 5 ممبران اسمبلی کی بدولت سالار ملت مرحوم سلطان صلاح الدیں اویسی کو آندھرا پردیس اسمبلی کا عبوری اسپیکر منتخب کیا گیا.

میم کے صدر نقیب ملت جناب اسد الدیں اویسی صاحب کی دانشمندی قابل ستائش ہے کہ فرقہ پرستوں کی رتھ کو روکنے کے لئے میم صرف چند مخصوص حلقوں سے ہی اپنے امیدوار کھڑے کررہی ہے تاکہ کہ باقی جگہوں پر فرقہ پرست طاقتوں کوہرایا

جاسکے. آخر اس فیصلہ میں کہاں فرقہ پرستی کی جھلک دکھ رہی ہے کہ اویسی صاحب کی جماعت کو ہمارا مذہبی طبقہ بھی فرقہ پرستی کا طعنہ دے رہا ہے؟ ہمیں چاہئے کہ کیرلا کی مسلم لیگ اور آندھرا کی میم کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بار کے انتخابات میں اپنے مثالی ملی اتحاد اور سیاسی شعور کا مظاہرہ کریں اور اپنی ملی قیادت کو مضبوط کریں، یہی زندہ قوموں کا شعار رہا ہے. میم کی خوش نصیبی ہے کہ بہار میں اسے ایک ایسا زمینی لیڈر اختر الایمان کی شکل میں ملا ہے جس کے دل میں سیمانچل کے عوام کی پسماندگی کا درد ہے، جو بہار کے مسلمانوں کی آواز بڑے دم خم سے اسمبلی میں اٹھاتا رہا ہے ، 3 بار ممبر اسمبلی رہا اور بہت سے ترقیاتی منصوبوں پر عمل درآمد کرایا لیکن اسکا دامن ہر طرح کے مالی کرپشن سے پاک رہا.

،، مسجدوں پر حملے کیوں. ؟

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی اعظمی صاحب
مؤسس :- پاسبان علم و ادب

دشمنان اسلام کو بخوبی علم ہے کہ مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں سے مسلمانوں کے اندر ایمانی اور عملی حرارت و قوت پیدا ہوتی ہے، ایسی سپریم کورٹ ہے جہاں سے اہل ایمان کے پیچیدہ اور الجھے ھوے مسائل حل ہوتے ہیں، ایسی تربیت گاہ ہے جہاں سے توحید کی علم برداروں کی ٹیم تیار ہوتی ھے، ایسی آماجگاہ ہے جہاں سے فرزندان اسلام کی وہ کھیپ تیار ہوتی ھے جو وقت پڑنے پر دشمنوں سے نبرد آزماں ہوسکے اور دفاعی و اقدامی پوزیشن اختیار کرسکے، یعنی مسجد صرف نماز و تلاوت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ وہ بیک وقت مدرسہ، یونیورسٹی ، سپرم کورٹ، کمین گاہ، تربیت گاہ، اور زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کا مرکز ہے، انہیں پتہ ہے کہ نارمل حالت میں مسجد کی ایک پکار پر دن میں پانچ بار پورا محلہ اور ھفتہ میں ایک بار پورا گاؤں اور شہر جمع ہوسکتا ہے تو ہنگامی صورت حال میں یقینا ایک طوفان مسجد کے فلیٹ فارم سے برپا کرسکتے ہیں،لھذا اس امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسجد سے دوری پیدا کرنے اور رابطہ منقطع کرنے کے لئے ایک ایسی پلاننگ کی گئ ہو کہ خود بخود مسلمانوں کا رشتہ مسجد سے ٹوٹ جاے ، مسجدوں میں جانے سے خوف زدہ ہوجائیں، اجتماعیت مشکل ھو جاے، انفرادیت کا شکار ہوکر رہ جائیں، شعار مٹ جاے، پہچان ختم ہاجاے اور مسلم معاشرے کا شیرازہ بکھر جاے، اور ایک غیر معروف اور اجنبی قوم بن کر مظلومیت اور محکومیت کا طوق گلے میں ڈال کر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوناپڑے ۔

شفیق قاسمی اعظمی/ پاسبان علم وادب / 15/03/2019